سلسلۂ اشاعت نمبر: ۵۶۷

Rs. 25.00
۱۴۲۹ھ
خصوصی اشاعت عرس رضوی نوری
Not For Resale

نام کتاب : التبشیر بردِّ التحذیر
تصنیف : علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ

نام کتاب : التنویر لدفع ظلام التحذیر
تصنیف : مولانا غلام علی اکاڑوی

اشاعت : اسلامک پبلشر دہلی ۔ ۶ Ph.: 011-23284316
اشاعت خصوصی : بموقعہ عرس رضوی نوری ۱۴۲۹ھ ۲۰۰۸ء
ناشر : رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ، اسٹریٹ، ممبئی ۔ ۹
فون: 022-66342156
Website: razaacademy.com
طابع : رضا آفسیٹ، ممبئی ۔ ۳
تعداد : 500
خصوصی قیمت مجلد : Rs.25=00

نوٹ: یہ کتاب بطور تجارت فروخت کے لئے نہیں ہے۔

RAZA ACADEMY
52, Dontad, Street, Mumbai-9

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد ایک کرم فرما نے مجھے ایک خط لکھا تھا۔ جس میں چند سوالات درج تھے ان میں سے بعض کے جوابات "الحق المبین" میں پہلے ہی آگئے تھے۔ اس لئے ان کا اعادہ بے فائدہ تھا۔ ایک سوال میری ذات سے متعلق تھا اور ایک کا تعلق کسی اصولی بحث سے نہ تھا تاہم دونوں کے جوابات زیر نظر مضمون میں آگئے ہیں البتہ ایک سوال ایسا تھا کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر مستقل حیثیت سے اس کا جواب لکھنا ضروری معلوم ہوا۔ مگر سائل کا طرز تخاطب اس قدر جارحانہ تھا کہ جواب کی حیثیت سے اس پر کچھ لکھنا میری افتاد طبع کے خلاف تھا اس کے باوجود محض اظہار حق کی خاطر مجھے یہ مضمون لکھنا پڑا۔ جس میں بحث کے تمام اصولی پہلوؤں کو میں نے اجاگر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اسی وجہ سے مضمون اتنا طویل ہوگیا کہ اس نے ایک مستقل رسالہ کی صورت اختیار کرلی۔

اس سوال کا مبنیٰ اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز پر یہ الزام ہے کہ ممدوح موصوف نے تحذیر الناس کے مختلف مقامات سے تین نامکمل فقروں کو لے کر ایک فقرہ بنایا جس سے کفری مضمون پیدا ہوگیا۔ زیر نظر مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

اس مضمون میں تحذیر الناس کی جو دو غلطیاں ہدیہ ناظرین کی گئی ہیں اور ہر غلطی کے ضمن میں دلائل کے ساتھ تحذیر الناس کے مباحث کا رد کیا گیا ہے۔

آیۂ کریمہ " ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین " میں استدراک کی توجیہات علمائے محققین کی تصریحات کی روشنی میں اس انداز سے کی گئی ہیں کہ تحذیر الناس کے تمام اوہام کا ابطال ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ چودہ سو برس میں آج تک کسی عالم دین نے آیۂ مبارکہ " ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین " کی تفسیر کرتے ہوئے " خاتم النبیین " کے معنی " آخر النبیین " کو عوام کا خیال قرار دے کر بنائے خاتمیت تاخر زمانی کے سوا کسی اور چیز پر نہیں رکھی۔ نہ آج تک کسی نے نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی ہے۔

اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ اثر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تاویل میں نانوتوی صاحب کا مسلک جمہور امت مسلمہ کے قطعاً خلاف ہے حتیٰ کہ بعض اکابر دیوبند نے بھی نانوتوی صاحب کی اس تاویل سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ دیوبند کے مولانا انور شاہ صاحب کشمیری نے " فیض الباری " میں " تحذیر الناس " کی تاویل کا رد بلیغ فرمایا ہے، جیسا کہ اس بیان کو پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میری نیت اس تحریر سے اظہار حق کے سوا کچھ نہیں۔ واللہ المستعان وھو حسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ
۲۷ر جولائی ۱۹۶۳ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

وسیع المناقب .... اسلمکم اللہ تعالیٰ

السلام المسنون

آپ کا طویل دل خراش مکتوب بذریعہ رجسٹری موصول ہوا۔ جسے پڑھ کر جواب لکھنے کے لئے طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ آپ کا جارحانہ طرز تخاطب اتنا تلخ تھا کہ اس کے احساس نے سنجیدگی کا ساتھ نہ دیا۔ پھر یہ کہ آپ کے اکثر سوالات ایسے تھے جن کے جوابات بارہا دیے جا چکے ہیں۔ میں خود بھی "الحق المبین" میں ان کے جوابات لکھ چکا ہوں۔ بعض سوالات محض جذباتی تھے جن کا تعلق کسی اصولی بحث سے نہ تھا۔ مثلاً علماء بریلی نے قرآن و حدیث اور علوم وغیرہ کی کوئی خدمت نہیں کی نہ کوئی تفسیر لکھی نہ حدیث میں کچھ لکھا نہ فنون میں کوئی کتاب لکھی حتیٰ کہ کوئی شرح یا حاشیہ تک لکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ تمام کتب متداولہ پر ہمارے علماء کے شروح و حواشی پائے جاتے ہیں۔ یہی کتابیں آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں وغیرہ وغیرہ

حقانیت کا معیار

حالاں کہ ایک حق پسند انسان اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ حقانیت کا معیار یہ نہیں جو آپ پیش کر رہے ہیں بلکہ ادلۂ شرعیہ اور کتاب و سنت کی تصریحات ہی حق کی کسوٹی ہیں اگر ایک بہت بڑے مصنف کے خلاف کوئی شخص استقرار حق کا دعوے دائر کر دے تو اس کے جواب میں شرعی اور قانونی ثبوت ہی قبول کیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ اس مصنف کی

تصنیفات اس کے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی ہو جائیں۔ حق و باطل کا فیصلہ دلیل سے ہوتا ہے۔ تصانیف سے نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ علماء بریلی اس حیثیت سے کہ وہ بریلی سے تعلق رکھتے ہیں ہرگز ہمارے مقتداء نہیں بلکہ ان کا مقتداء ہونا اس مسلک کی بنا پر ہے جو سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے نزدیک حق ہے خواہ اس مسلک کے حامی بریلی میں ہوں یا دیوبند میں یا کسی اور جگہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مسلک کے حامی علماء کون ہیں اور انہوں نے علمی دنیا میں کیا کارنامے انجام دیے ہیں تو اس کے متعلق سردست مجھے کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں آئندہ مباحث پڑھ کر آپ خود فیصلہ کر لیں گے کہ علمائے مفسرین و محدثین جن کے علمی کارناموں کا آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کس مکتبۂ فکر کے ہم مسلک تھے۔

ایک تلخ حقیقت

اور اگر بریلی کی خصوصیت ہی آپ کے پیش نظر ہے تو بفضلہ تعالیٰ میں پورے وثوق کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ بریلوی علماء کسی میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ مگر سوء اتفاق سے جاہ و منصب کے پرستاروں، خود ستائی اور شہرت کے متوالوں کی اجتماعی قوتیں جب نشر و اشاعت کے ذرائع پر حاوی ہو گئیں اور انہوں نے اپنے حریفوں کے خلاف ایک مضبوط اور مستقل محاذ قائم کر لیا تو ایسی صورت میں کیوں کر ممکن تھا کہ ان کے کسی مدمقابل کی علمی خدمات منظر عام پر آ سکیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کی تفصیل ایک دفتر طویل چاہتی ہے۔

معتزلہ کا اہلسنت پر الزام

کچھ بھی سہی اتنی بات کا انکار تو کوئی انصاف پسند آدمی نہیں کر سکتا کہ اپنے مخالفوں کو نیچا دکھانے کے لئے اس قسم کے اوچھے ہتھیار ہمیشہ استعمال ہوتے چلے آئے ہیں جس زمانہ

میں معتزلہ کے علمی کارناموں کا دور دورہ تھا اہلسنت کو اسی طرح مورد الزام قرار دیا جاتا رہا۔

غیر مقلدین کا امام اعظم پر الزام

غیر مقلدین سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلاف آج تک یہی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے نہ کوئی تفسیر لکھی نہ حدیث ہی کی کوئی خدمت کی صرف سترہ حدیثیں انہیں یاد تھیں انہوں نے ساری عمر قیاس اور رائے کی وادیوں میں گزار دی۔

ظاہریہ، شوافع اور حنابلہ کا علمائے احناف پر الزام

متعصب قسم کے ظاہریہ، شوافع اور حنابلہ وغیرہ علماء احناف کے خلاف یہی کہتے رہے کہ یہ لوگ اصحاب الرائے ہیں نہ انہوں نے کوئی تفسیر لکھی نہ حدیث، محض فقہی مسائل میں اُلجھے رہے بلکہ اس زمانہ میں مرزائی بھی اہل حق کے خلاف اس قسم کے اوچھے ہتھیار استعمال کرنے سے باز نہیں آتے۔ یورپ اور امریکہ جیسے ممالک میں تبلیغ اسلام کے بلند بانگ دعویٰ، انگریزی زبان میں بزعم خود تفسیر قرآن لکھنے کے کارناموں کو بیان کر کے زمین و آسمان کے قلابے ملاتے اور اہل حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کیا کوئی حق پسند انسان ان باتوں سے متاثر ہو کر حق و باطل کے اصل معیار سے منحرف ہو سکتا ہے۔

تحریک ختم نبوت میں گرفتار کیوں نہیں ہوئے؟

ایک سوال خاص میری ذات کے متعلق بھی کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تحریک

ختم نبوت میں آپ گرفتار کیوں نہیں ہوئے۔ اگرچہ یہ بات اب بے وقت ہے مگر جواباً اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جہاں تک عقیدہ ختم نبوت کا تعلق ہے۔ میرا یہ مضمون آپ کے سامنے ہے جس کو بغور پڑھنے کے بعد آپ خود فیصلہ کر لیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہونا کس کا عقیدہ ہے۔

رہا تحریک کے زمانہ میں گرفتاری کا مسئلہ تو اس کا جواب تو آپ کو اس وقت کے منفیان حکومت سے پوچھنا چاہیئے تھا۔ میں تو صرف اتنی بات جانتا ہوں کہ جب مجلس عمل کے ارکان مولوی خیر محمد صاحب جالندھری اور مولوی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم وغیرہ حضرات نے مجھے ملتان کی تحریک کا صدر بنایا تو میں نے اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کرتے ہوئے اپنے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیا جس کی دلیل یہ ہے کہ ہر جگہ یہ تحریک ختم ہونے کے باوجود بھی ملتان میں نہایت پُرامن طریقے سے آخر تک چلتی رہی۔ لیکن چونکہ میں نے امن عامہ کو بھی برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی تھی اس لئے مجھے گرفتار نہیں کیا گیا۔

قابلِ غور بات

قابلِ غور بات یہ ہے کہ صدر کی کارگزاری تو ارکان عاملہ کے فیصلہ کے مطابق ہی ہوا کرتی ہے اس صورت میں اگر میرا گرفتار نہ ہونا آپ کے نزدیک موجب اعتراض ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی خیر محمد صاحب اور مولوی محمد شفیع کے گرفتار نہ ہونے پر آپ نے کیوں اعتراض نہیں کیا۔

صرف یہ نہیں بلکہ مرکزی مجلس عاملہ کا مرکزی نقطہ تو آپ کے مولوی احتشام الحق تھانوی اور مولوی مفتی محمد شفیع دیوبندی تھے اب آپ مجھے بتائیں کہ ان کے گرفتار نہ ہونے میں کیا راز تھا؟

؂ اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت ﴿ دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

خلاصہ یہ کہ آپ کے دل خراش طرزِ تخاطب اور فرسودہ سوالات کے پیشِ نظر قلم اُٹھانے کو دل نہ چاہتا تھا مگر اس کے باوجود آپ کو جواب دینے کی غرض سے نہیں بلکہ حق کو واضح کرنے کے لئے صرف ایک سوال کا جواب حوالۂ قلم کرتا ہوں جو باوجود فرسودہ ہونے کے اہمیت رکھتا ہے اور بابِ عقائد میں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

میں نے اپنے اس مضمون میں بحث کے اہم ترین پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر آپ نے اسے بغور پڑھ لیا تو مجھے اُمید ہے کہ آپ پر اپنے بقیہ سوالات جن کے جوابات "الحق المبین" میں آگئے ہیں کی حقیقت بھی منکشف ہو جائے گی۔ اور آپ سمجھ جائیں گے کہ ان کا اعادہ تضییعِ اوقات کے سوا کچھ نہیں۔ اہلِ حق کے لئے یہی ایک مضمون کافی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

سوال کا خلاصہ اور اس کا جواب

آپ کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے تحذیر الناس کے تین بے ترتیب اور نامکمل فقروں کو مسلسل کلام میں ایک فقرہ بنا کر کفری مضمون پیدا کر لیا۔ اس کے متعلق میری گذارش یہ ہے کہ:

یہ صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز نے تحذیر الناس کی تین عبارتوں کو مسلسل کلام میں بیان فرمایا ہے لیکن حضرت موصوف پر یہ الزام سراسر غلط ہے کہ انہوں نے ناتمام فقروں کو مختلف صفحات سے لے کر ایک ہی فقرہ بنا ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ مسلسل کلام میں بیان کر دیا گیا ہے۔ حسام الحرمین کی عبارت حسب ذیل ہے:

> قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وهو القائل فیه لو فرض فی زمنه صلی اللہ علیه وسلم بل لو حدث بعده صلی اللہ علیه وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیته وانما یتخیل العوام انه صلی اللہ علیه وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انه لا فضل فیه اصلاً عند اهل الفهم (حسام الحرمین ص)

تحذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ

اس عبارت میں تحذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ بیان

کیا گیا ہے۔ وہ تینوں عبارتیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

ص۱۴

(۲) "ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔"

ص۲۴

(۳) "بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" اھ ص۳

عبارت ۱ میں لفظ خاتم میں ختم کو جن معنی میں تجویز کر کے یہ کہا گیا کہ "اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا باقی رہتا ہے" وہی معنی

مرزائی تجویز کرتے ہیں اور یہ ایسے معنی ہیں جنہیں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کسی نے تجویز نہیں کیا۔

اعتراض غلط ہے

آپ کا یہ اعتراض کہ حسام الحرمین میں تین مختلف صفحات سے بے ترتیب تین ناتمام فقروں کو لے کر ایک ہی فقرہ بنا ڈالا قطعاً غلط ہے۔ ہم نے تحذیر الناس کے وہ تینوں بے ترتیب فقرے مختلف صفحات سے خط کشیدہ صورت میں نقل کر دیئے ہیں اور ساتھ ہی زائد عبارت بھی نقل کر دی ہے تاکہ ہر فقرہ کا تمام یا ناتمام ہونا اچھی طرح واضح ہو جائے نیز ان کے مضمون کا وہ خلاصہ بھی ذہن نشین ہو جائے جسے حسام الحرمین میں بیان کیا گیا ہے۔

تینوں فقرے مستقل ہیں

ہر منصف مزاج آدمی تحذیر الناس کے منقولہ بالا تینوں فقروں کو پڑھ کر یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ تینوں مستقل فقرے ہیں۔ ص۱۴ والے فقرے کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو جاتا تب بھی حضور علیہ السلام والصلوٰۃ کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آتا۔ "بالفرض" کے لفظ سے "پیدا" ہونے کے معنی نکلتے ہیں۔ کیونکہ پچھلے انبیاء میں کسی نہ کسی نبی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں ہونا تو امر واقعی ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام۔ امر واقعی کو "بالفرض" سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اس لئے زمانہ نبوی میں کہیں کسی اور نبی کا ہونا مطلقاً "ہونے" کے معنی نہیں دیتا بلکہ پیدا ہونے کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک مستقل مضمون ہے۔ جسے مستقل فقرہ میں صاحب تحذیر الناس نے بیان کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جدید نبی

ص۲۴ والے دوسرے فقرے کا واضح اور

روشن مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اگر کوئی جدید نبی مبعوث ہو جائے تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یہ بھی ایک مستقل مفہوم ہے، جسے مکمل عبارت میں صاحبِ تحذیر الناس نے بیان کیا ہے۔

ص۳ والے تیسرے فقرے کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ "تاخر زمانی میں فضیلت ماننا اور خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں عوام کا خیال ہے سمجھدار لوگوں کے نزدیک اس میں کچھ فضیلت نہیں لہذا یہ معنی غلط ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی صحیح ہوں تو مقام مدح میں اللہ تعالٰے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمانا غلط ہو جائیگا"۔ یہ مضمون بھی مکمل ہے جسے مستقل عبارت میں لکھا گیا ہے۔

تینوں عبارتوں کا مطلب

ان تینوں عبارتوں اور ان کے واضح مطالب کو دیکھئے اور سمجھنے کے بعد یہ کہنا کہ نامکمل اور بے ترتیب فقروں کو جوڑ کر کفریہ معنی پیدا کئے گئے ہیں سراسر ظلم اور زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ تحذیر الناس کی ان تینوں عبارتوں کو ترتیب سے پڑھا جائے یا بے ترتیب۔ ایک عبارت کو پڑھا جائے یا تینوں کو۔ ہر ایک کا وہی مطلب ہوگا جو بیان کیا جا چکا ہے۔ اور یہ تینوں عبارتیں اسلام کے تین اصولی عقیدوں کے خلاف ہیں۔

① حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی کسی نبی کا پیدا ہونا اسلامی عقیدہ کے منافی ہے مگر تحذیر الناس کی پہلی عبارت میں صاف مذکور ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی (پیدا ہو) جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ص۱۳

② دوسری عبارت میں واضح طور پر مذکور ہے کہ "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ص۲۴" حالاں کہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیتِ محمدی میں ضرور فرق آئے گا۔ حضور کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا اسلام کے بنیادی عقیدہ کے قطعاً مخالف ہے۔

③ تیسری عبارت میں بھی صاف صاف مذکور ہے کہ "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے"

(ص۳)

ہر مسلمان قطعاً یقیناً جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بلاشبہ اسی معنی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ یہ عقیدہ اور اسی طرح پہلے دونوں عقیدے اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہیں جن کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اعلحضرتؒ پر الزام غلط ہے

ہم نے واضح کر دیا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے کہ انہوں نے تحذیر الناس کے تین نامکمل غیر مرتب فقروں کو ملا کر ایک کفریہ مضمون پیدا کر دیا۔ بنظر انصاف دیکھنے والا فوراً سمجھے گا کہ یہ الزام دروغ بے فروغ ہے بلکہ تحذیر الناس کی ہر عبارت اپنے مضمون میں مکمل اور مستقل ہے۔ اور تینوں میں سے ہر ایک عبارت اسلام کے اصولی اور بنیادی عقیدے کے خلاف غیر اسلامی نظریہ کی حامل ہے۔

۲ دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

حسام الحرمین کی عبارت پر دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت یہ ہے کہ "اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔" لیکن حسام الحرمین میں اس کا عربی ترجمہ یوں کیا گیا کہ "لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفھم"

۔ بالذات " کا لفظ اڑا دیا گیا جس سے تحذیر الناس کی عبارت میں کفری معنی پیدا ہو گئے۔ مگر اعتراض کرنے والوں نے یہ نہ دیکھا کہ اسی تحذیر الناس میں اسی عبارت کے آخر میں یہ بھی موجود ہے، کہ

" پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟"

اس کا صاف اور صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کا سب سے آخری نبی ہونا معاذ اللہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کو حضور کی مدح و تعریف میں بیان کیا جائے تو مطلقاً اس وصف مبارک میں فضیلت ہونے کا انکار ہوا۔ ایک عام انسان بھی جانتا ہے کہ مقام مدح میں ذکر کرنے کے لئے کسی وصف کا محض فضیلت ہونا کافی ہے۔ عام اس سے کہ وہ بالذات ہو یا بالعرض۔ دیکھئے نانوتوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالذات نہیں بلکہ بالعرض مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں ان کے وصفِ نبوت کا ذکر مقام مدح میں جا بجا وارد ہوا ہے جس کا انکار نانوتوی صاحب بھی نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ مقام مدح میں کسی وصف کے ذکر کی صحت اس کے بالذات فضیلت ہونے پر موقوف نہیں، بلکہ مطلقاً فضیلت ہونا بھی صحت ذکر کے لئے کافی ہے، جب نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونا محض عوام کا خیال ہے اور وہ اس صورت میں یعنی خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہونے کی تقدیر پر لفظ خاتم النبیین کو مقام مدح میں بیان کئے جانے کو صحیح نہیں مانتے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کی عبارت میں بالذات کا لفظ بالکل مہمل اور بے معنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے میں ان کے نزدیک کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔ ورنہ وہ آخر النبیین کے معنی میں لفظ " خاتم النبیین " کے ذکر کو مقام مدح میں بلا تامل صحیح قرار دیتے۔ یہ ادعائے عدم صحت اس حقیقت پر آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ صاحب تحذیر الناس کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے میں کوئی اصلاً فضیلت نہیں۔ لہٰذا اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی

اُردو عبارت کا جو مطلب عربی میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ انہوں نے تحذیر الناس کی ہر سہ عبارات کے مطالب و معانی کو نقل کیا ہے۔ الفاظ و کلمات کی نقل کا حسام الحرمین میں کہیں جگہ دعویٰ نہیں فرمایا۔ اگر کوئی شخص حسام الحرمین میں نقل الفاظ کے دعویٰ کا مدعی ہے تو وہ اس پر دلیل لائے ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ نقل الفاظ و کلمات کا دعویٰ ثابت نہ کر سکے گا۔ اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ نقل بالمعنی کے لئے الفاظ و کلمات کو بعینہٖ نقل کرنا قطعاً ضروری نہیں۔ لہٰذا حسام الحرمین میں بالذات کا لفظ نہ ہونا ہرگز خیانت پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

مختصر یہ کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی مختلف مقامات سے جو تین عبارتیں نقل کی گئی ہیں وہ نامکمل فقرے نہیں ہیں بلکہ مستقل عبارتیں ہیں پورے پورے جملے ہیں اور ان میں سے ہر ایک جملہ بجائے خود ایک غیر اسلامی عقیدے کو بیان کرتا ہے ان کی ترتیب بدل جانے سے ان کے مطالب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وصفِ نبوت بالذات و بالعرض اور ختم ذاتی و زمانی

ساری اُمتِ مسلمہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ختم زمانی کے معنی تو ظاہر ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سب نبیوں کے بعد ہوا۔ نانوتوی صاحب اس ختم زمانی میں کچھ فضیلت نہیں مانتے حتیٰ کہ مقام مدح میں اس کا ذکر ان کے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ تحذیر الناس کی عبارت ۳ سے ہم نقل کر چکے ہیں۔

چھ زمینوں میں چھ خاتم النبیین

اصل بات یہ ہے کہ اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقیہ چھ زمینوں میں جو چھ خاتم النبیین نانوتوی صاحب نے تجویز کئے ظاہر ہے کہ ان کے حق میں نہ اثر مذکور وارد ہے نہ آیہ کریمہ

"ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے مخالف قرار پاتا ہے ایک یہ کہ اس آیت میں "وخاتم النبیین" کے معنی ساری امت کے نزدیک "آخر النبیین" ہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت و نبوی کا زمانہ سب نبیوں کی بعثت کے بعد ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ جس طرح "قبلیت" "بعدیت" کے معارض ہے اسی طرح "معیت" بھی "بعدیت" کے منافی ہے۔ لہٰذا کسی نبی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مبعوث ہونا دونوں باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین "بمعنی" "آخر النبیین" ہونے کے خلاف ہیں۔

دوسرے یہ کہ مقام مدح میں وصف مدح کا ممدوح کے ساتھ خاص ہونا ضروری ہے۔ جب اثر مذکور صحیح مان کر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزید چھ خاتم النبیین تسلیم کر لئے تو "خاتم النبیین" ہونا ہمارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خصوصی نہ رہا۔ لہٰذا آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" باوجود مقام مدح میں وارد ہونے کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح نہ رہی۔

ایک نیا راستہ: نبوت کی تقسیم

ان دونوں باتوں کا مقتضا یہ ہے کہ اثر مذکور معلل قرار دے کر ساقط الاعتبار کر دیا جاتا یا اس کی ایسی تاویل کی جاتی کہ مذکورہ بالا دونوں خرابیوں کا انسداد ہو جاتا، جیسا کہ محققین محدثین نے کیا ہے۔ لیکن مصنف تحذیر الناس نے ایک نیا راستہ نکالا۔ اثر مذکور کی بجائے آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کو اپنی تاویلات فاسدہ کا تختۂ مشق بنالیا۔ وصف نبوت کو "بالذات" اور "بالعرض" کی طرف تقسیم کیا۔ دیکھئے وہ کہتے ہیں:

"آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔" (تحذیر الناس صفحہ ۳)

اور آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے معنی بیان کرتے ہوئے صاف کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابقین کے زمانہ کے

بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، عوام کا خیال ہے۔ بنائے خاتمیت "تاخر زمانی" کے بجائے نبوت بالذات کو قرار دیا۔

نبوت بالذات کو بنائے خاتمیت قرار دینا باطل ہے۔

بالذات اور بالعرض کی تقسیم شرعاً باطل ہے تو وصف نبوت بالذات کو بنائے خاتمیت قرار دینا بداہۃً باطل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وصف ذاتی اور اصلی وصف عرضی اور غیر اصلی سے افضل ہوتا ہے۔ لہٰذا ذاتی نبوت عرضی نبوت سے افضل قرار پائے گی۔ جیسا کہ خود صاحب تحذیر الناس نے تسلیم کیا ہے۔ اس تقدیر پر نفس نبوت میں تفضیل کا قول کرنا پڑے گا۔ جو قرآن وحدیث اور علمائے امت کے مسلک کے منافی ہے۔ دیکھئے قرآن کریم میں ہے: "لا نفرق بین احد من رسلہ" اس آیۂ کریمہ میں عدم تفریق من حیث النبوۃ والرسالۃ ہے۔ روح المعانی پارہ ۳ ص میں ہے:

"لان المعتبر عدم التفریق من حیث الرسالۃ دون سائر الحیثیات" اھ

اور تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۷۹ میں ہے:

"بل معنی الآیۃ لا نفرق بین احد من رسلہ وبین احد من غیرہ فی النبوۃ" اھ

اور ابو السعود بہامش الکبیر جلد ۲ صـ ۵۰۳ میں ہے:

"لا نفرق بین احد من رسلہ ...... لان المعتبر عدم التفریق من حیث الرسالۃ دون سائر الحیثیات الخاصۃ" اھ

نبوت اور رسالت میں ذاتی و عرضی کی تفریق باطل ہے۔

مفسرین کرام کی عبارات کی روشنی میں آیۂ کریمہ کا مفہوم صاف طور پر واضح ہو گیا کہ نبوت اور رسالت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق اور

اس بنا پر ادعائے تفضیل قطعاً باطل ہے۔

نفس نبوت میں تفضیل ممنوع ہے

اسی طرح حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ کہ نفس نبوت میں تفضیل ممنوع ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں وارد ہے:

"لا تخیرونی علی موسیٰ الحدیث (مرفوعاً عن ابی ہریرہ بخاری جلد اول جزو ۹ باب الخصومات ص ۳۲۵)

عینی شرح بخاری میں ہے:

"الخامس انہ نہی عن التفضیل فی نفس النبوۃ لا فی ذوات الانبیاء علیہم السلام وعموم رسالتہم وزیادۃ خصائصہم وقد قال تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض (عینی جلد ۸ ص ۲۰ طبع قدیم)

اس حدیث کے تحت حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

"وقیل النہی عن التفضیل انما ہو فی حق النبوۃ نفسہا لقولہ تعالیٰ لا نفرق بین احد من رسلہ ولم ینہ عن تفضیل بعض الذوات علی بعض لقولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض اھ (فتح الباری جلد ۶ ص ۳۴۶ طبع مصر)

علامہ قسطلانی بھی شرح بخاری میں حدیث "ما ینبغی لاحد ان یقول انا خیر من ابن متی" کے تحت انہی الفاظ میں رقمطراز ہیں۔ دیکھئے قسطلانی کتاب التفسیر سورہ صافات جلد سابع ص ۳۱۵

"ای فی نفس النبوۃ اذ لا تفاضل فیہا لکن بعض النبیین افضل من بعض کما ہو مقرر اھ"

نیز اسی صفحہ پر آٹھ سطر کے بعد لکھتے ہیں:

"ونفس النبوۃ لا تفاضل فیہا اذ کلہم فیہا علی حد سواء کما مر"

اسی طرح بخاری شریف جلد اول ص ۴۸۶ باب وفات موسیٰ علیہ السلام کے حاشیہ میں حدیث "لا تخیرونی علی موسیٰ" پر مرقوم ہے:

"قولہ لا تخیرونی علی موسیٰ۔ وقیل النہی عن التفضیل انما ہو فی حق النبوۃ نفسہا لقولہ تعالیٰ لا نفرق بین احد من رسلہ لا فی ذوات الانبیاء وعموم رسالتہم لقولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض اھ

نیز حاشیہ بخاری میں حدیث " ولا اقول ان احدا افضل من یونس بن متی" جلد اول ص ۴۸۵ پر مسطور ہے:

"قولہ لا اقول ان احدا افضل اھ ای لا اقول ان احدا خیر من یونس من تلقاء نفسی ولا افضل علیہ احدا من حیث النبوۃ اھ

عبارات منقولہ کی روشنی میں یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو کر سامنے آگئی کہ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کسی نبی کی نبوت میں دوسرے نبی کی نبوت کے بالمقابل کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ نہ کسی نبی کا وصف نبوت کسی دوسرے نبی کے وصف نبوت سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔ " لا تفضیل فی النبوۃ " نفس نبوت میں قطعاً کوئی تفضیل نہیں، البتہ ذوات انبیائے کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں خصوصیات کی بنا پر ضرور تفضیل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض" لہٰذا صاحب تحذیر الناس نے اپنے مذہب جدید کی عمارت جس بنیاد پر قائم کی تھی وہ بنیاد ہی ختم ہو گئی، اب عمارت کی بقا کیوں کر متصور ہو سکتی ہے!

ایک اعتراض کا جواب

"الفرقان" وغیرہ میں کم فہمی یا مغالطہ کی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ ہمارا تمہارا دونوں کا متفق علیہ مسلک ہے کہ کسی کا کوئی کمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کے بغیر نہیں ملا اور نبوت بھی کمال ہے۔ وہ حضور کے واسطے کے بغیر کسی کو کیوں کر مل سکتی ہے؛ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ہر نبی کو وصف نبوت بواسطہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دیا گیا اور بالذات اور بالعرض سے یہی مراد ہے۔

اس کے جواب میں گذارش کروں گا کہ یہ ایک عجیب قسم کا مغالطہ ہے جس سے جہلاء تو متأثر ہو سکتے ہیں مگر ذی علم انسان کی نظر میں اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ نانوتوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف مانا ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے تحذیر الناس میں لکھا ہے:

> "تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے معلوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔" تحذیر الناس ص۳

آگے چل کر لکھتے ہیں:-

> "الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے۔"
>
> تحذیر الناس ص۳

ان دونوں عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک وصف ذاتی سے وہ وصف مراد ہے جس پر وصف عرضی کا قصہ ختم ہو جائے جیسا کہ انہوں نے خدا کے لئے

کسی اور خدا کے نہ ہونے کی یہی وجہ بیان کی ہے۔

لیکن امت مسلمہ کے نزدیک حصول کمال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ ہونے سے یہ مراد نہیں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال کے حصول میں واسطہ ہیں خواہ وہ نبوت ہو یا غیر نبوت حتیٰ کہ حصول ایمان میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں۔ نانوتوی صاحب بھی اسی کے قائل ہیں چنانچہ انہوں نے تحذیر الناس میں ارقام فرمایا:

> "اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض۔" تحذیر الناس ص۱۲

مگر آج تک کسی نے نہیں کہا کہ معاذ اللہ ایمان، علم، عمل، ایقان، ہدایت و تقویٰ کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مومن نہیں ہوا نہ صالح نہ متقی نہ مجتہد۔ العیاذ باللہ بلکہ یہ سب اوصاف و کمالات اب بھی جاری ہیں اور آئندہ بھی جاری رہیں گے اور نبوت کے جاری نہ ہونے کی یہ وجہ آج تک کسی نے بیان نہیں کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام میں اس وصف کے عرضی ہونے کی وجہ سے موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہو گیا، بلکہ محض اس لئے کہ آیہ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" اور اسی طرح احادیث متواترۃ المعنیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر دلالت قطعیہ کے ساتھ دال ہیں، ورنہ اگر وصف ذاتی کی بنا پر امت مسلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کی قائل ہوتی تو اسے بقیہ تمام اوصاف کو بھی اسی اتصاف ذاتی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرنا پڑتا یعنی اس امر کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا کہ نبوت کے ساتھ ایمان و ایقان، عمل و ہدایت و تقویٰ وغیرہ تمام اوصاف حسنہ بلکہ سب کمالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاذ اللہ نہ کوئی مومن ہے نہ متقی، نہ صالح نہ عالم، کیوں کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو گیا۔ مگر ایسی بات

کو تسلیم کرنا تو درکنار اس کا تصور بھی اسلامی ذہن کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

واسطہ کمال نبوت ہونا اور نبوت سے بالذات متصف ہونا ایک بات نہیں

معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کے مسلک کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ کمال نبوت ہونا اور صاحب تحذیر الناس کے قول کے مطابق حضور کا کمال نبوت سے متصف بالذات ہونا ایک بات نہیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نانوتوی صاحب کے قول پر نفس کمال نبوت میں تفضیل کا قول کرنا پڑتا ہے جس کا بطلان ہم ابھی کتاب و سنت اور اقوال مفسرین و محدثین سے بیان کر چکے ہیں۔ اور امت مسلمہ کے مسلک کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جس کی حقانیت پر آیہ کریمہ "تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض" شاہد عدل ہے۔

الحمد للہ اس بیان کی روشنی میں "الفرقان" کا یہ اعتراض ھباءً منثورا ہو گیا اور حقیقت واقعیہ واضح ہو کر سامنے آگئی۔

موصوف بالذات کے لئے تاخر زمانی کا لزوم

البتہ اس مقام پر پرستاران تحذیر کو سوچنا پڑے گا کہ موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کے سلسلہ کو ختم کر کے تاخر زمانی کے لزوم کا قول کیسے کیسے نتائج پر منتج ہوتا ہے۔ اس قول کی بنا پر سد باب نبوت ہی کے لزوم پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ ایمان و ایقان، علم و عمل، ہدایت و تقوےٰ غرض ہر خوبی اور ہر کمال کا دروازہ بند ہونا لازم آتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح کسی نبی کے آنے کے استحالہ کا لزوم مانا گیا ہے۔ اسی طرح مومن صالح متقی مہتدی کے وجود کو بھی حضور کے بعد محال ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ تحذیر الناس کا بنیادی نکتہ ہی یہ ہے کہ موصوف بالذات کے لئے تاخر زمانی لازم ہے۔

اصل مبحث

تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات کے مطالب کی توضیح کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ بتائیں کہ رسالہ تحذیر الناس کس مسئلہ پر لکھا گیا ہے۔ بنابریں گذارش ہے کہ اس رسالہ تحذیر الناس کی بنیاد ایک استفتاء پر ہے۔ جو قول منسوب الی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے متعلق نانوتوی صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور انہوں نے اس کے جواب میں رسالہ تحذیر الناس تحریر کیا۔ وہ قول مذکور حسب ذیل ہے۔

ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیمکم و عیسیٰ کعیسٰکم و نبی کنبیکم (تحذیر)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالےٰ نے سات زمینیں پیدا کیں۔ ہر زمین میں آدم ہے تمہارے آدم کی طرح اور نوح ہے تمہارے نوح کی طرح اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ ہے تمہارے عیسیٰ کی طرح اور نبی ہے تمہارے نبی کی طرح

(وعلی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام ناقل)

کتاب اللہ کو تاویلات کا تختہ مشق بنا ڈالا۔

اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ ساتوں زمینوں میں ایک ایک نبی بلکہ خاتم النبیین پایا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمارے رسول کریم خاتم النبیین کے علاوہ چھ خاتم بقیہ چھ زمینوں میں مزید ثابت ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کی صحت میں علمائے محدثین کا اختلاف ہے۔ مگر صاحب تحذیر الناس نے اسے صحیح مان کر جواب لکھا ہے۔ چونکہ اس روایت کا مضمون آیہ کریمہ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے خلاف ظاہر ہوتا تھا۔ اس لئے صاحب تحذیر الناس نے اس بات کی کوشش کی کہ اس ظہور تخالف کو کس طرح دور کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے بجائے اس کے کہ وہ اس مختلف فیہ قول میں کوئی تاویل کرتے انہوں نے قرآن کریم کی آیہ کریمہ اور کتاب اللہ کی نص صریح کو اپنی تاویلات کا تختہ مشق بنا ڈالا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے۔ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے کیونکہ اہل کمال کے کمالات کا ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو

تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔ پر جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے کو عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو مستدرک قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب منظور ہی تھا تو اس کے لئے بیسیوں موقع تھے۔ بلکہ بنا خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آ جاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔" تحذیر الناس ص ۳

اس عبارت میں صاحب تحذیر الناس نے مندرجہ ذیل غلطیاں کی ہیں جن کا ارتکاب مضمون آیت کے بالکل خلاف اور اسلامی عقائد کے صریح منافی ہے۔

تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب کی غلطیاں

غلطی ۱: نانوتوی صاحب نے ایک ایسی روایت کی حمایت میں جس کی صحت محدثین کی نظر میں محل نظر ہے اور اس کا ظاہر مفہوم بھی آیہ قرآنیہ کے اجماعی مفہوم کے خلاف ہے، کلام الٰہی میں تاویلات فاسدہ کیں۔

غلطی ۲: قرآن میں لفظ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین مراد لینا عوام کا خیال بتایا۔

غلطی نمبر ۳ اہل فہم کے نزدیک تاخر زمانی کے وصف کو اس قابل نہ مانا کہ اسے مقام مدح میں ذکر کیا جائے۔

غلطی نمبر ۴ تاخر زمانی کی تقدیر پر آیۂ کریمہ کے دونوں جملوں کو غیر مربوط اور " " کو غیر صحیح قرار دیا۔ جو اللہ تعالیٰ کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔

غلطی نمبر ۵ آیۂ کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کو بمعنی آخر النبیین تسلیم کرنے پر اللہ تعالیٰ کے حق میں معاذ اللہ زیادہ گوئی کا وہم پیدا کیا۔

غلطی نمبر ۶ آیۂ کریمہ میں لفظ خاتم النبیین سے آخر النبیین مراد لینے کی صورت میں معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال قائم کیا۔

غلطی نمبر ۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف آخر النبیین و دیگر اوصاف مثلاً حسب نسب اور سکونت وغیرہ میں کوئی فرق نہ جانا گویا نانوتوی صاحب کے نزدیک آخر النبیین ہونے کے وصف اور ہاشمی قرشی یا مکی مدنی ہونے کی صفت میں معاذ اللہ کوئی فرق نہیں حالاں کہ ہاشمی قرشی یا مکی مدنی ہونے کی صفت تو بعض مشرکین کفار اور منافقین کے لیے بھی ثابت تھی۔ مگر اس کے باوجود نانوتوی صاحب کو ان اوصاف اور خاتم النبیین ہونے کی صفت میں کوئی فرق نظر نہ آیا۔

غلطی نمبر ۸ آیۂ کریمہ "ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین" میں بنائے خاتمیت ختم ذاتی کو قرار دیا اور تاخر زمانی کو مبناء خاتمیت تسلیم نہ کیا، حالاں کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی مفسر نے تاخر زمانی کے سوا کسی اور بات کو بنائے خاتمیت قرار نہیں دیا۔

غلطی نمبر ۹ نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کیا۔ نانوتوی صاحب کی یہ اتنی بڑی جرأت ہے جو چودہ سو برس کے عرصہ میں کسی مسلمان نے نہیں کی۔

غلطی نمبر ۱۰ نانوتوی صاحب کے نزدیک کلام الٰہی ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا

سوق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تاخر زمانی کے بیان کرنے کے لئے نہیں ہوا بلکہ سوق کلام خاتمیت ذاتیہ کے لئے ہوا جس کا مفاد یہ ہے کہ آیت کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین نانوتوی صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کے معنی میں نص نہیں۔

غلطی نمبر ۱۱ نانوتوی صاحب کے نزدیک ختم ذاتی کے لئے تاخر زمانی لازم ہے حالانکہ یہ بات بداہۃً باطل ہے۔ جیسا کہ ان شاء اللہ اس پر تنبیہ کی جائے گی۔

غلطی نمبر ۱۲ نانوتوی صاحب نے آیہ کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے خرق اجماع کیا اور وہ تقریر کی جس کی طرف علماء امت میں سے کسی کا بھی ذہن منتقل نہ ہوا تھا۔

غلطی نمبر ۱۳ نانوتوی صاحب کے نزدیک ختم زمانی کے مقابلہ میں ختم ذاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہے۔ ختم زمانی نہیں۔

غلطی نمبر ۱۴ اس بحث میں نانوتوی صاحب نے ایک دعویٰ کی دلیل بیان کرتے ہوئے صفحہ ۵ پر لکھا کہ:۔

> "انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل سو اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے انبیاء علیہم السلام کا اپنی امت سے ممتاز ہونا صرف علم میں منحصر فرمایا ہے۔ باقی رہے اعمال تو ان میں امتی کے مساوی ہو جانے بلکہ بڑھ جانے کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اور لفظ "بظاہر" محض بظاہر ہے۔ کیوں کہ لفظ "ہی" کے ساتھ حصر ہو چکا جس میں ماسوا مذکور کی نفی ہوتی ہے۔ تو اس کے ضمن میں امتیاز فی العمل کی نفی ہو چکی اب لفظ "بظاہر" سے کیا فائدہ ہوا۔ یہاں یہ لفظ "بظاہر" ایسا ہی مہمل اور بے معنی ہے

جیساکہ ص۳۲ کی عبارت میں لفظ "بالذات" بے معنی اور مہمل تھا۔

ہمیں الزام دینے والے اپنے گریباں میں منہ ڈالیں۔

لوگ ہم پر الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حدودِ شرعی کتاب وسنت کے ارشادات اور علمائے امت کی تصریحات سے بے نیاز ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آتا ہے کہہ دیا کرتے ہیں۔ اور کبھی اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ قرآن وحدیث اور سلف صالحین نے اس مسئلہ میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہمیں موردِ الزام قرار دینے والے ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ان کے سب سے بڑے مقتدا اور بزعم ایشاں قاسم العلوم والخیرات، نانوتوی صاحب نے کیا گل کھلائے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تحذیر الناس لکھتے وقت نانوتوی صاحب کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکمال کے اثبات سے زیادہ اپنے کمال علمی کا اظہار تھا۔ جس کا نتیجہ ان اغلاط کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پرستارانِ تحذیر کے اس ادعا سے اختلاف کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ نانوتوی صاحب نے یہ رسالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ فضل کو ثابت کرنے کی غرض سے لکھا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ غرض پوری بھی ہوئی یا نہیں۔ میں عرض کروں گا کہ ہرگز یہ غرض پوری نہیں ہوئی۔ نانوتوی صاحب نے اپنے قیاساتِ فاسدہ کو معیار فضیلت سمجھا ہے۔ جس کی بنا پر ختم ذاتی کی دور از کار تاویل میں انہیں جانا پڑا اور نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی جرأت عظیمہ سے کام لینے پر وہ مجبور ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ فضیلت صرف اس وصف میں ہے جس کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موجب فضیلت قرار دیا۔ قرآن وحدیث کو لاکھ بار پڑھ جائیے ختم ذاتی اور نبوت بالذات کا کوئی ذکر آپ کو نہ ملے گا۔ نہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی مفسر ومحدث یا متکلم ومجتہد نے ان باتوں کا ذکر کیا۔ جس چیز کو قرآن وحدیث اور سلف صالحین نے فضیلت قرار نہیں دیا۔ نانوتوی صاحب اسے مدار فضیلت

اور بنائے خاتمیت قرار دیتے ہیں یہ کتاب وسنت وارشادات سلف صالحین کی طرف سے آنکھیں بند کر کے حدودِ شرع سے تجاوز کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

تحذیر الناس کی چودہ بڑی غلطیاں

سطحی نظر ڈالنے سے مذکورہ بالا چودہ بڑی غلطیاں سامنے آئیں۔ بنظر غائر دیکھنے سے نہ معلوم اور کتنے اغلاط نکلیں گے۔ اس کے بعد ہر غلطی پر اس کے مناسب روشنی ڈالتا ہوں تاکہ حقیقت حال بے نقاب ہو کر سامنے آجائے۔

غلطی نمبر ۱

اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے تب بھی وہ ایک ظنی قول ہوگا، جو آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے ظاہر معنی کے منافی ہے اور آیۂ کریمہ قطعی ہے ظنی کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے قطعی میں تاویل کرنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔ پھر تاویل بھی ایسی جو انتہائی رکیک بلکہ دلیل قطعی کے مدلول قطعی کے بالکل مخالف

محققین صوفیہ کی تاویل

محققین صوفیہ نے بھی روایت مذکورہ کو قول خداوندی "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے ساتھ ملا کر دیکھا تو انہوں نے دونوں کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قول خداوندی میں تاویل کو جائز نہیں رکھا بلکہ اس روایت میں تاویل کی اور اسے عالم شہادت کی بجائے عالم مثال پر محمول کیا اور یہ کہا کہ بس آدم، نوح، ابراہیم، عیسیٰ اور نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا بقیہ چھ زمینوں میں ہونا اس روایت میں مذکور ہے وہ ہماری اس زمین کے آدم، نوح، ابراہیم، عیسیٰ، نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم کے غیر نہیں بلکہ ان مقدسین کے حقائق مثالیہ ہیں۔ اور یہ کہ یہاں کاف حرف تشبیہ زائد ہے جیسا کہ لیس کمثلہ شیء میں کاف کے بارے میں ایک قول اس کے زائد ہونے کا کتب نحو میں مذکور ہے۔ مگر نانوتوی صاحب کو اپنی جودتِ طبع کا مظاہرہ کرنا مقصود تھا۔ اس لئے انہوں نے ظنی کے مقابلہ میں قطعی کو اپنی تاویلات کا تختۂ مشق بنا لیا۔

غلطی نمبر ۲

اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاتم النبیین کی تفسیر میں "لا نبی بعدی" فرما کر لفظ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین متعین فرما دیئے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہے کہ "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین سب بالاتفاق خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہی سمجھتے رہے ہیں۔ جس کا انکار ملحدین کے سوا کوئی کلمہ گو مدعی اسلام نہیں کر سکتا اور آج تک امت مسلمہ کا اجماع اسی بات پر ہے کہ قول خداوندی "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے جیسا کہ "ختم النبوۃ فی الآثار" مرتبہ مفتی محمد شفیع صاحب حال مقیم کراچی کے ص۹ پر شفاء قاضی عیاض سے نقل کر کے اس کا اردو ترجمہ بھی مؤلف نے خود ہی کر دیا ہے۔ جو پرستاران تحذیر پر حجت قویہ ہے۔ دیکھئے وہ لکھتے ہیں:-

"لانه اخبر انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خاتم النبیین ولا نبی بعده واخبر عن اللہ تعالٰی انه خاتم النبیین واجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره وان مفهوم المراد به دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلها قطعاً اجماعاً وسمعاً۔"

ترجمہ: اس لئے کہ آپ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالٰے کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں

کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔"

ایسی صورت میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کو عوام کا خیال قرار دینا معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اور اس وقت تک کی ساری امت کو عوام میں شمار کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک عجیب قسم کا مغالطہ

اس مقام پر نانوتوی صاحب کی کسی دوسری کتاب سے حسب ذیل عبارت پیش کر کے ایک عجیب قسم کا مغالطہ دیا جاتا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:-

"جز انبیاء کرام علیہم السلام یا راسخان فی العلم ہمہ عوام اند"

"نذیر القرآن" نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور راسخان فی العلم کے سب عوام ہیں"

لیکن اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ تفسیر کے باب میں انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سوا کسی کا قول معتبر نہیں۔ اس عبارت میں لفظ "عوام" انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ان ہی دونوں کے اقوال مبارکہ باب تفسیر میں حجت ہیں۔ اس لئے یہاں لفظ "عوام" سے قطعاً وہی لوگ مراد ہیں جن کا قول باب تفسیر میں لائق التفات نہیں۔ بخلاف عبارت تحذیر کے وہاں لفظ "عوام" اہل فہم کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ اس لئے اس کے معنی کم فہم اور نا سمجھ لوگوں کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ "الاشیاء تتبین باضدادها" چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔

عام محاورہ میں بھی لفظ "عوام" اگر حکومت کے مقابلہ میں بولا جائے تو اس سے صاف طور پر رعایا کے افراد مراد ہوں گے۔ عام اس سے کہ وہ افراد علماء راسخین ہوں اور عارفین صالحین یا ان پڑھ جاہل اور اشرار و مفسدین۔ لیکن یہی لفظ "عوام" اگر علماء کے مقابلہ میں بولا جائے تو

تو اس سے صرف غیر عالم افراد مراد ہوں گے خواہ وہ لوگ ارباب حکومت ہوں یا ان کے ماسوا۔

پیش کردہ عبارت کا مفاد

بنا بریں اس پیش کردہ عبارت کا مفاد یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ لفظ "عوام" جس کلام میں بھی وارد ہو وہاں انبیاء کرام اور راسخین فی العلم کے ماسوا مراد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ الفاظ کے معانی ان کے مقابلات سے واضح ہو جایا کرتے ہیں۔ اور مقابلات کے بدل جانے سے مرادی معنی بدل جاتے ہیں لہٰذا ایک کا قیاس دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ والی عبارت میں لفظ "عوام" سے محض نا سمجھ لوگ مراد ہیں اور بس۔ علاوہ ازیں میں عرض کروں گا کہ جب نانوتوی صاحب باب تفسیر میں انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سوا سب کو عوام کہتے ہیں تو وہ خود بھی عوام میں شامل ہوئے ایسی صورت میں خاتم النبیین کی تفسیر میں نانوتوی صاحب کا ختم ذاتی کا قول کیوں کر قابل التفات ہو سکتا ہے!

نانوتوی صاحب کے نزدیک سب عوام ہیں

اس بیان سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ نانوتوی کے نزدیک لفظ "خاتم النبیین" کو "آخر النبیین" کے معنی میں لینے والے نا سمجھ عوام ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں کس کس نے لیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حسب زعم نانوتوی صاحب وہ نا سمجھ عوام کون لوگ ہیں۔ تو ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین صحابہ کرام اہل بیت اطہار ائمہ مجتہدین علمائے راسخین سب نے لفظ خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں لیا ہے۔ لہٰذا بمعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اخیار امت بلکہ کل امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ معاذ اللہ نا سمجھ عوام میں داخل ہو گئے۔

حیرت ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے اس تاویل کے وقت اس بات کا بھی خیال نہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی عوام میں شامل ہو جائے گی۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

اس مقام پر ایک اور مغالطہ کا دور کرنا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ

"نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی آخری النبیین لینے کو عوام کا خیال نہیں کہا بلکہ لفظ خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں منحصر کرنے کو عوام کا خیال کہا ہے۔" میں عرض کروں گا کہ اول تو عبارت تحذیر میں حصر کا کوئی کلمہ نہیں دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کسی نے اس آیہ کریمہ میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے سوا کئے ہی نہیں۔ اس لفظ کے بس یہی ایک معنی منقول متواتر ہیں۔ جب تک کوئی اور معنی منقول متواتر ثابت نہ ہو جائیں ان ہی معنی میں آیہ کریمہ کی قطعی مراد منحصر رہے گی اور کوئی ایسے معنی جو اس معنی یا اس کی قطعیت کے خلاف ہوں ہرگز صحیح نہ ہوں گے۔

لفظ خاتم النبیین کی توجیہات

ہاں یہ ممکن ہے کہ لفظ خاتم النبیین کی بے شمار ایسی توجیہات نکلتی رہیں جو اس کے مدلول قطعی معنی متواتر کی مؤید اور اس کے موافق ہوں۔ کیوں کہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف مطالب لاتعد و لاتحصیٰ کا حامل ہے۔ لیکن معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اس لفظ کو ایسے معنی پر حمل کرنا جو کتاب و سنت کی روشنی میں باطل ہیں کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔

اگر نانوتوی صاحب لفظ خاتم النبیین کے معنی منقول متواتر آخر النبیین کو قطعی مان کر لفظ خاتم النبیین کی کوئی ایسی توجیہ کرتے جو فی الواقع معنی آخر النبیین کے منافی نہ ہوتی تو ہمیں نانوتوی صاحب سے قطعاً کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کی بجائے لفظ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین مراد لینے کو عوام کا خیال قرار دے کر دین کے معاملہ میں انتہائی بے باکی اور جرأت سے کام لیا ہے۔

لفظ خاتم النبیین کا آخر النبیین کے معنی میں حصر اور پھر اس پر اجماع امت

باوجودیکہ تحذیر الناس کی اس پوری عبارت میں حصر کا کوئی کلمہ مذکور نہیں لیکن اسے فرض کر لینے کے بعد بھی حامیان تحذیر کو کسی قسم کا فائدہ نہیں

پہنچ سکتا اور نانوتوی صاحب اس الزام سے ہرگز نہیں بچ سکتے جو ان کے کلام کی روشنی میں ان پر عائد ہوتا ہے کیوں کہ ہم شفا قاضی عیاض کی عبارت اور ختم النبوۃ فی الآثار میں اس کے ترجمہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اس سے بلا تاویل و تخصیص وہی معنی مراد ہیں جو ظاہر لفظ سے سمجھے جاتے ہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونا قطعی اور اجماعی امر ہے اسی طرح اس لفظ خاتم النبیین کا آخر النبیین کے معنی میں منحصر ہونا بھی ساری امت کے نزدیک قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

رہا یہ امر کہ شفا شریف اور ختم النبوۃ فی الآثار کی عبارت میں حصر بالنسبۃ الی تاویل الملاحدۃ ہے تو اس جواب کی حیثیت خرط القتاد سے زیادہ نہیں۔ کیوں کہ خاتمیت کی تقسیم ختم زمانی اور ذاتی کی طرف آج تک کسی مفسر نے نہیں کی بلکہ لفظ خاتم النبیین کی تاویل ایسی خاتمیت ذاتیہ کے ساتھ کر کے مرزائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا انکار کرتے ہیں، جیسا کہ مدیر الفرقان نے بھی خاتم الاطباء کی مثال پیش کی ہے۔ معلوم ہوا کہ خاتمیت ذاتیہ کی تاویل بھی تاویلات ملاحدہ میں داخل ہے۔ ان سب کی نفی اس حصر کے ضمن میں یقیناً آ گئی۔ لہٰذا نانوتوی صاحب پر جو الزام تھا وہ بدستور باقی رہا۔

مولانا احمد حسن کانپوری اور علامہ بحر العلوم لکھنوی کی عبارت کا جواب

اس مقام پر مولوی منظور احمد صاحب نعمانی نے الفرقان میں مولانا روم علیہ الرحمۃ کی مثنوی شریف کے دو شعر اور علامہ بحر العلوم شارح مثنوی و مولانا احمد حسن کانپوری محشی مثنوی شریف کی عبارت صاحب تحذیر الناس کے بیان کئے ہوئے معنی خاتم النبیین (خاتم بالذات) کی تائید میں پیش کی ہے اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آیۂ "وخاتم النبیین" کے معنی کو آخر النبیین میں منحصر سمجھنا غلط ہے۔ چنانچہ الفرقان جلد ۳ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں:۔

"علامہ لکھنوی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "فتح الرحمن" سے ناقل ہیں۔

مقتضائے ختم رسالت دو چیز است یکی آنکہ بعد وی رسول نباشد دیگر آنکہ شرع آں عام باشد۔" (دافع الوسواس ص ۲۳)

جواباً عرض ہے کہ اس عبارت میں لفظ خاتم النبیین کے معنی حصر کو نہیں توڑا گیا بلکہ دو چیزوں کو ختم رسالت کا مقتضا بتایا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب "خاتم النبیین" کے معنی "آخر النبیین" ہوں گے تو اس کا مقتضا یقیناً یہی ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی یا رسول کے نہ آنے کا مقتضا یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع عام ہو۔ لہٰذا اس عبارت سے نانوتوی صاحب کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مثنوی شریف کے دو شعروں کا جواب

رہے وہ دو شعر جو مثنوی شریف سے نقل کیے گئے ہیں تو ان کے مضمون سے بھی صاحب تحذیر الناس کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں فرمایا کہ آیۂ کریمہ میں لفظ "خاتم النبیین" کو بمعنی "آخر النبیین" لینا عوام کا خیال ہے نہ قرآن کے لفظ "خاتم" کی تفسیر خاتم ذاتی سے کی بلکہ مولانا روم کے اس شعر میں کہ ؎

بہر ایں خاتم شدہ است او کہ بجود
مثل او نے بود نے خواہند بود

لفظ خاتم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے صرف اتنی بات فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں روح پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی بخشش اور کمال صنعت کو ختم کر دیا، روح پاک کے بعد نہ زمانہ ماضی میں کسی کو یہ جود و کمال دیا گیا اور نہ قیامت تک دیا جائے گا۔

ذرا غور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے لفظ خاتم کو ختم زمانی ہی

کے معنی میں لیا ہے کیوں کہ مصرعہ

مثل او نے بود و نے خواہند بود

کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے عالمِ ارواح میں روحِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بخشش اور کمالِ صنعت کی فضیلت دینے کے بعد کسی کو یہ فضیلت عطا نہیں فرمائی نہ آپ کے بعد کسی کو عطا فرمائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کا مثل ہوا ہے نہ ہوگا۔ ماضی اور مستقبل میں بعدیت کے معنی تاخرِ زمانی نہیں تو اور کیا ہے؟

اب دوسرا شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

چونکہ در صنعت برد استاد دست
نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

پہلے شعر میں کہی ہوئی بات کے لئے مولانا علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں ایک مثال پیش کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اپنے فن کا کمال رکھنے والے اُستاد کو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ کمال تم پر ختم ہے یعنی تمہارے سوا کسی کو نہیں دیا گیا ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال علمی و عملی میں گویا اُستادِ کامل ہیں۔ اور یہ کمال حضور کو دیئے جانے کے بعد کسی کو نہیں دیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کمال کے خاتم ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام کے غیر میں کسی جمال کی کوئی جھلک پائی جائے یا کسی کے لیے کمالِ محمدی کا کوئی ایسا فیضان ثابت کیا جائے جس کا اثبات کسی دلیلِ شرعی کے خلاف نہ ہو، تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف منسوب ہوگا کیوں کہ حضور علیہ السلام کی ہی ذاتِ مقدسہ اس کا مبداء اور اصل منشاء ہے۔ اس مضمون کو تحذیر الناس کے مضمون سے دُور کا تعلق بھی نہیں کیوں کہ یہاں خاتم کے معنی منقول متواتر میں قطعاً کوئی تصرف نہیں کیا گیا نہ اس مضمون میں کوئی ایسی بات ہے جو خاتم النبیین کے معنی منقول متواتر (آخر النبیین) کی قطعیت کے منافی ہو۔

شارحین مثنوی کی تصریحات حق ہیں

ہاں اس میں شک نہیں کہ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ و دیگر شارحین مثنوی و اکابر علمائے اسلام نے بے شمار مقامات پر اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ کسی کو کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدسہ اس کے لیے واسطہ اور وسیلہ نہ ہو۔ یہ تمام تصریحات کتاب و سنّت کی روشنی میں یقیناً حق و صواب ہیں۔ لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاخرِ زمانی یا اس کی قطعیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بخلاف تحذیر الناس کے کہ اس میں تاخرِ زمانی کو عوام کا خیال کہہ کر لفظ خاتم النبیین کے مدلولِ قطعی کی قطعیت کو مجروح کر لیا گیا اور تاخرِ زمانی کو برقرار رکھنے کے لیے کبھی دلالتِ التزامی کا سہارا لیا گیا، کبھی عموم و اطلاق کے زور سے الفاظِ قرآن کی کھینچ تان کی گئی، کبھی مفہومِ تاخر کو جنس اور اس تاخرِ زمانی و رتبی کو اس کے لئے انواع قرار دیا گیا، کبھی مشترک کا قول کیا گیا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیٔ نبوت کی تکفیر کے لئے اجماع کا سہارا ڈھونڈا گیا۔ غرض یہ سب پاپڑ اس لئے بیلنے پڑے کہ ختمِ زمانی کی اصل دلیل آیہ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے معنی منقول متواتر کو انہوں نے خیالِ عوام قرار دے دیا۔

قرآن صرف الفاظ نہیں بلکہ معنی بھی قرآن ہیں۔

حالاں کہ یہ امر بدیہی ہے کہ قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ "القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعًا" قرآن لفظ و معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ قرآن کے معنی متواتر بھی اسی طرح قرآن ہیں جس طرح الفاظ متواترہ قرآن ہیں۔ ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تاخرِ زمانی تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیانِ نبوۃ کی تکذیب و تکفیر نہیں کی۔ انہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ بنائے خاتمیت "تاخرِ زمانی" کے علاوہ

اور بات پر رکھنا اصولی طور پر ختم نبوت کی بنیاد کو اکھاڑنا ہے خواہ لاکھ دفعہ حضور کے بعد مدعی نبوت کی تکفیر کی جائے۔

فضیلتِ نبوی کے دوبالا ہونیکا جواب

رہا یہ امر کہ تحذیر الناس کی توجیہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوبالا ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ تو اتم کے خاتم قرار پاتے ہیں اور اگر اس توجیہ کو چھوڑ دیا جائے تو صرف اسی ایک طبقہ زمین کے لئے حضور خاتم ہوں گے اور ظاہر ہے کہ کسی بادشاہ کے لئے صرف ایک ملک کی ولایت ہونے سے چھ ملکوں کی ولایت ہونا چھ گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رسول ہیں اور آپ کی نبوت و رسالت کل مخلوقات کے لئے عام ہے تو بقیہ چھ زمینوں میں بھی اگر حضور بذاتِ خود ہی خاتم ہوں تو اس میں فضیلت اور بھی زیادہ ثابت ہو گی کہ باوجود ایک ہونے کے زمین کے ہر طبقہ میں خود ہی خاتم النبیین ہو کر رونق افروز ہیں۔ محققین محدثین نے صوفیا کرام کے اسی مسلک کو ترجیح دی ہے، جسے ہم عنقریب فیض الباری کے حوالے سے نقل کریں گے۔

صاحبِ تحذیر کا آیۂ قرآنیہ کے معنی میں تصرف

صاحب تحذیر نے خاتم النبیین کے معنی میں جو تصرف کیا ہے اس کے ثبوت میں نہ کوئی آیۂ قرآنیہ پائی جاتی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ کسی صحابی تابعی مجتہد فقیہ محدث یا مفسر کا کوئی قول اس کے ثبوت میں موجود ہے۔ بلکہ نفس نبوت میں تفضیل کی ممانعت ہم قرآن و حدیث اور اقوال مفسرین و محدثین سے ثابت کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود نانوتوی صاحب کا نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کر کے اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ذیل میں خاتمیت کے ایسے معنی بیان کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک

ساری امت مسلمہ میں سے کسی نے نہیں کئے" من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد" کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔

نانوتوی صاحب کا اعتراف

نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس ص۳ میں خود اعتراف کیا ہے کہ اس مفہوم کی طرف بڑوں کا فہم نہیں پہنچا، یہ بات صرف میں نے کہی ہے۔ (ملخصاً) اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اسی کا نام بدعتِ سیئہ ہے۔ دوسروں کو بلاوجہ بدعتی سمجھنے والے ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں۔

حدیث انی عند اللہ خاتم النبیین کا جواب

مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی نے نانوتوی صاحب کی تائید میں خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات ثابت کرنے کے لئے حسب ذیل حدیث الفرقان میں لکھی ہے۔ " انی عند اللہ خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ" یعنی اللہ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہ ہوا تھا۔" اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مولوی منظور احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

> " ظاہر ہے کہ اس وقت ختم زمانی کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آپ اس وقت وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف یعنی خاتم ذاتی تھے تو بغیر کسی دشواری کے معنی صحیح ہو جاتے ہیں۔"
>
> (الفرقان بابت رجب ۵۶ھ ص ۱۳۵/۱۳۶)

جواباً گزارش کرتا ہوں کہ اگر مولوی منظور احمد صاحب نعمانی اس حدیث سے ختم ذاتی کا دعویٰ ثابت کرنے سے پہلے اپنے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی نشر الطیب ملاحظہ فرما لیتے تو انہیں جرأتِ استدلال نہ ہوتی۔ ملاحظہ فرمائیے نشر الطیب میں ان کے مولانا اشرف علی تھانوی اسی حدیثِ عرباض بن ساریہ کو لکھ کر ایک شبہ کا جواب اپنے منیہ میں اس طرح دیتے

ہیں:۔

"اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیوں کہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تاخر رتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں۔ جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں جانے کے بعد۔" ۱۲ منہ

(نشر الطیب ص)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حدیث مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا مرتبۂ ثبوت میں مراد ہے مرتبۂ ظہور میں نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ختم زمانی کا تحقق مرتبۂ ظہور ہی میں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا انبیٹھی صاحب کا استدلال ساقط ہو گیا۔ تعجب ہے کہ ان لوگوں کو اپنے گھر کا بھی پتہ نہیں یا باوجود معلوم ہونے کے ناواقف لوگوں کو مغالطہ دے کر حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

غلطی نمبر ۳

اس غلطی کے متعلق میں عرض کروں گا کہ ہر اہل فہم بلکہ ادنیٰ سمجھ رکھنے والے کے نزدیک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر النبیین ہونا یقیناً ایسی فضیلت ہے جس کا مقام مدح میں ذکر کیا جانا بلاشبہ صحیح اور درست ہے۔ مقام مدح میں ذکر کرنے کے لئے کسی فضیلت کا ذاتی ہونا ہرگز ضروری نہیں بلکہ فضیلت بالعرض اور وصف اضافی کا ذکر کرنا بھی مقام مدح میں صحیح ہے۔ کما لا یخفیٰ۔ یقین نہ ہو تو خود نانوتوی صاحب سے پوچھ لیجئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بالعرض مانتے ہیں، لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں جابجا ان کے وصف نبوت کا ذکر فرمایا ہے۔ ثابت ہوا کہ فضیلت بالعرض کا مقام مدح میں ذکر کرنا قطعاً یقیناً صحیح و درست

ہے۔ ایسی صورت میں صاحب تحذیر الناس کا یہ کہنا کہ:۔

"پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔"

اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مؤلف رسالہ تحذیر الناس مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف خاتمیت زمانی میں قطعاً جزماً یقیناً کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی ورنہ مقام مدح میں اس کے ذکر کو وہ ہرگز غیر صحیح قرار نہ دیتے کیوں کہ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ ہر فضیلت بالذات ہو یا بالعرض مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا صحیح ہے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ جس چیز کا ذکر مقام مدح میں صحیح نہ ہو اس میں بالذات یا بالعرض کسی قسم کی کوئی فضیلت اصلاً نہیں پائی جاتی اور نانوتوی صاحب کا یہ قول کتاب و سنت اور اجماع امت کے منافی ہونے کی وجہ سے بلاشبہ ناقابل قبول بلکہ واجب الرد ہے۔

صاحب تحذیر کی توجیہ استدراک

غلطی نمبر ۴

چوتھی غلطی کے بارے میں عرض کروں گا کہ نانوتوی صاحب آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں ختم زمانی کی تقدیر پر ان دونوں جملوں میں بے ربطی اور استدراک کے غیر صحیح ہونے کے مدعی ہیں جیسا کہ سابقاً طویل عبارت تحذیر الناس سے نقل کی گئی، نیز وہ ختم ذاتی ثابت کرنے کے لئے آیۂ کریمہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" میں استدراک کی توجیہ اور عطف بین الجملتین پر کلام کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:۔

"مطلب آیۂ کریمہ کا اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت حاصل ہے۔ اور انبیاء کی نسبت تو لفظ خاتم النبیین شاہد ہے۔ ....

اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے تو یہ بات واضح ہے۔" ص ۹

نانوتوی صاحب کی توجیہہ کا جواب

اقول اس کلام سے نانوتوی صاحب کا مقصد ختم ذاتی کا اثبات ہے جس کے پیش نظر انہوں نے استدراک اور علت بین الجملتین کی توجیہہ کرتے ہوئے یہ ظاہر فرمایا ہے۔ کہ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم" سے جو وہم پیدا ہوا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے معنوی باپ نہیں اسے اللہ تعالیٰ نے "ولکن رسول اللہ" فرما کر اس طرح زائل فرما دیا کہ وہ رسول ہونے کی وجہ سے مومنین کے معنوی باپ ہیں۔ اس کے بعد ختم ذاتی ثابت کرنے کے لئے "وخاتم النبیین" ارشاد فرمایا اور اس جملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ معنویہ انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی ثابت فرمادی۔

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ نانوتوی صاحب یہ مانتے ہیں کہ وخاتم النبیین کا عطف رسول اللہ پر ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے۔ لہٰذا جس طرح لفظ رسول اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی باپ نہ ہونے کا وہم دور کیا گیا ہے اسی طرح وخاتم النبیین بھی کلام سابق سے پیدا ہونے والے کسی شبہ کو دور کر دے گا۔ کیونکہ وہ بھی بوجہ عطف لکن کے تحت ہے۔ لیکن اگر اسے ختم ذاتی کی دلیل ٹھہرا کر نانوتوی صاحب کی طرح یہ کہا جائے کہ وخاتم النبیین لا کر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ معنویہ ثابت فرمادی تو رفع توہم سے اس جملہ کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ کیونکہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم سے انبیاء علیہم السلام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ کے منتفی ہونے کا کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ جو شبہ متصور ہی نہ ہو اس کے دور کرنے کے کیا معنی؟ یہ بات قابل غور ہے کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم میں سننے والے کا ذہن انبیاء علیہم السلام کی طرف منتقل ہی نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت کے منتفی ہونے کا وہم کیونکر پیدا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جب کلام سابق میں یہ شبہ متصور ہی نہیں تو وخاتم النبیین سے اس

کے رفع کا قول کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

ہمارے نزدیک استدراک کی توجیہہ

دلائل شرعیہ کی روشنی میں ہمارے نزدیک استدراک کی توجیہہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے "ماکان محمد ابا احد من رجالکم" فرمایا تو اس کلام سے دو وہم پیدا ہوئے ایک یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں تو روحانی باپ بھی نہ ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ کسی رجل کے لئے آپ کا جسمانی باپ نہ ہونا آپ کے لئے موجب نقص ہوگا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ کسی مرد بالغ کا باپ نہ ہونا انقطاع نسل کا موجب ہے اور یہ عیب ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر عاص بن وائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ "ابتر" کہا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "کل نسب وصہر ینقطع الا نسبی وصہری" فرما کر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنی نسل پاک کے باقی اور جاری رہنے کا اظہار فرمایا۔ پہلے وہم کو اللہ تعالیٰ نے "ولکن رسول اللہ" سے رفع فرمایا، بایں طور کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ہر رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ وہ جسمانی نہ ہونے کے باوجود بھی روحانی باپ ہیں۔ دوسرے وہم کو "وخاتم النبیین" لا کر دفع فرمایا اس طرح کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی مرد کے لئے جسمانی باپ نہ ہونا کسی نقص کے باعث نہیں بلکہ ان کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ ہے کہ اگر حضور انور کا کوئی بیٹا جوان ہو تو وہ ضرور نبی ہو اور اس کا نبی ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے۔ اس لئے ان کے وصفِ خاتمیت کا مقتضا یہی ہے کہ وہ کسی صلبی مرد کے باپ نہ ہوں اور یہ "عدم ابوۃ" کسی نقص پر نہیں بلکہ فضیلتِ خاتمیت پر مبنی ہے جس کی تائید حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث "لو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بن عاش ابنہ ولکن لانبی بعدہ" سے بھی ہوتی ہے۔ جو کہ بخاری میں موجود ہے۔ دیکھئے بخاری جلد ۲ ص ۹۱۴

اس توجیہ کی بنا پر لفظ خاتم النبیین سے فضیلت خاتمیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم ابوۃ مذکورہ اور بیٹے کی بجائے بیٹی سے نسل پاک کے اجراء کی حکمت بھی معلوم ہو گئی۔

استدراک کی دیگر توجیہات

(ماکان محمد .... میں)

ہماری اس تقریر سے استدراک کی توجیہ بھی صحیح ہو گئی اور عطف بین الجملتین بھی بخوبی واضح ہو گیا اور کلام الٰہی میں بے ربطی کا وہم بھی نہ رہا۔ اس کے بعد ہم تحقیق مزید اور نانوتوی صاحب کے رد بلیغ کے لئے آیہ کریمہ "ماکان محمد ابا احد" الآیہ میں استدراک میں دیگر توجیہات کا خلاصہ علمائے مفسرین کے کلام سے نقل کرتے ہیں جو نانوتوی صاحب کی خود ساختہ توجیہ استدراک کے رد و ابطال اور تحذیر الناس کے زہر کے لئے تریاق کا کام دیتی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ علوم قرآن میں گہری نظر رکھنے والے حق پسند علماء بنظر انصاف ملاحظہ فرما کر اس حقیقت کو تسلیم کر لیں گے کہ نانوتوی صاحب کی توجیہ تفسیر بالرائے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ خلاصہ توجیہات حسب ذیل ہے، جسے ہم نے تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۔ ۳۳ تا ص ۳۴ سے اخذ کیا ہے۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم فرما کر جب اللہ تعالٰے نے رجال مخاطبین کے ہر فرد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ حقیقیہ جسمانیہ شرعیہ کی نفی فرما دی تو اس کلام سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ جب وہ کسی کے باپ نہیں تو کسی پر ان کی تعظیم و توقیر بھی واجب نہ ہو گی، اور افراد امت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت اور خیر خواہی کا وجوب بھی منتفی ہو گا۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے ولکن رسول اللہ فرمایا کیونکہ رسول حقیقی باپ نہ ہونے کے باوجود بھی واجب التعظیم والتوقیر اور وصف رسالت کی وجہ سے مجازی باپ اور اپنی امت پر ناصح اور

اور شفیق ہوتا ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ کلام سابق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ابوۃ سے شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جب وہ باپ نہیں تو شاید رسول بھی نہ ہوں۔ اس لئے کہ رسول کا امت کے لئے باپ ہونا مشہور بات تھی۔ اسی شہرت کی وجہ سے ایک قول کی بنا پر لوط علیہ السلام نے اپنے قول ھؤلاء بناتی میں اپنی امت کی مومنات کو مراد لیا ہے۔ بنابریں نفی ابوۃ سے نفی رسالت کا وہم پیدا ہوتا تھا جس کا معنیٰ یہ تھا کہ رسول کے لئے باپ ہونا لازم ہے۔ اللہ تعالٰے نے ولکن رسول اللہ فرما کر اس شبہ کو دور فرما دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں سے کسی ایک کے باپ نہ ہونے کے باوجود بھی اللہ کے رسول ہیں۔

خاتم النبیین میں استدراک کی توجیہات

رہا اللہ تعالٰے کا قول وخاتم النبیین تو اس کی بھی حسب ذیل توجیہات علماء مفسرین نے کی ہیں جن کا خلاصہ ہم اسی تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۳۵ سے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ خاتم النبیین فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال شفقت اور خیر خواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ ولکن رسول اللہ کے ساتھ امت کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس ابوۃ کا لحاظ کر کے ثابت کیا گیا ہے۔ وہ تمام رسولوں کی ابوۃ پر فوقیت رکھتی ہے۔ جو انہیں ان کی امتوں کے حق میں حاصل ہے۔ اس لئے کہ جس رسول کے بعد کوئی رسول ہو گا، بعض اوقات اس کی شفقت و نصیحت اپنی نہایت کو نہ پہنچ سکے گی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شفقت و نصیحت علی الامۃ کے بارے میں اپنے بعد میں آنے والے رسول پر بھروسہ کر لے، جیسے کہ حقیقی باپ شفقت علی الاولاد سے متعلق بعض امور اپنے قائم مقام کے سپرد کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالٰے نے "وخاتم النبیین" فرمایا تو یہ بات واضح ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا جس پر بھروسہ کر کے اپنی امت کی نصیحت و شفقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی کمی چھوڑ دیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ خاتم النبیین فرما کر اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ ابوۃ محمدیہ قیامت تک ممتد ہے۔ لہٰذا ان کی تعظیم و توقیر نہ صرف بلا واسطہ مخاطبین پر واجب ہے بلکہ قیامت تک آنیوالی ان کی اولاد و اولاد سب پر اس تعظیم و توقیر کا وجوب ہے۔ اور اسی طرح ان کی شفقت و نصیحت نہ صرف تمہارے لئے ہے بلکہ تاقیامت تمہاری نسلوں کے لئے ان کی خیر خواہی اور شفقت دائم و مستمر رہے گی، کیونکہ وہ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ "من رجالکم" سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ رجالکم سے منتفی ہے۔ رجالہ سے منتفی نہیں یعنی اپنی امت کے مردوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، مگر ممکن ہے کہ اپنے مردوں میں سے کسی کے باپ ہوں بایں طور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی لڑکا پیدا ہو کر حد رجولیت تک پہنچ جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باپ قرار پائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو لفظ خاتم النبیین لاکر رفع فرما دیا یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی لڑکا پیدا ہو کر حد رجولیت تک پہنچے تو وہ ضرور نبی ہو۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لئے وہ اپنے مردوں میں سے بھی کسی کے باپ نہیں ہو سکتے اور ان کا خاتم النبیین ہونا اس بات کے قطعاً منافی ہے کہ ان کا کوئی بیٹا مبلغ رجال تک پہنچے اور وہ اپنی صلبی اولاد میں سے کسی لڑکے کے باپ قرار پائیں۔ اس تقدیر پر باپ سے صلبی باپ مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اعتراض وارد نہ ہو کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صلبی بیٹے نہیں۔ اس شرطیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابراہیم سُدی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہد کو بھر دیا اور اگر وہ باقی رہتے تو ضرور نبی ہوتے لیکن وہ صرف اس لئے باقی نہ رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں۔ اسی طرح دوسری

روایات میں بھی وارد ہوا۔

بخاری نے من طریق محمد بن بشر عن اسماعیل بن ابی خالد روایت کیا، ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ بچپن میں فوت ہو گئے اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ہونا قضاء الٰہی میں ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے لیکن حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور امام احمد نے من طریق وکیع عن اسماعیل حضرت ابن اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے تھے: "لو کان بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی ما مات ابنہ"

اور اسی روایت کو ابن ماجہ وغیرہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا اور بعض محدثین نے ابن ماجہ کی روایت کو ضعیف کہا، جیسا کہ امام قسطلانی کا قول ہے، اور امام نووی نے حدیث "لو عاش ابراہیم لکان نبیا" کو باطل قرار دیا۔ لیکن صحیح بخاری کی روایت "لو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنہ و لکن لا نبی بعدہ" بلاشبہ صحیح اور شرطیہ مذکورہ کی دلیل ہے۔ اھ

ابن عبد البر وغیرہ کے شبہ کا جواب

اس مقام پر ابن عبد البر وغیرہ کا یہ کہنا کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا حد رجولیت تک پہنچنے کے باوجود بھی غیر نبی تھا اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ نبی کا بیٹا نبی ہی ہوتا ہے تو ہر شخص نبی ہوتا کیونکہ سب لوگ نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، درست نہیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر یہ بات نہیں کہی گئی کہ نبی کا بیٹا نبی ہوتا ہے اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا نبی ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ منصب خاص محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا کہ اگر آپ کا کوئی بیٹا حد رجولیت تک پہنچے تو نبی ہو، جس کی دلیل وہی حدیث ہے جو بروایت بخاری ہم پیش

کر چکے ہیں۔ جن میں خاص حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ۔ لو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنہ الحدیث یہ ہر نبی کے لئے نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب خصوصی کی بنا پر حضور علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔

چنانچہ علامہ جمل نے اس مضمون کو محققین کے کلام سے اخذ کرتے ہوئے نہایت فاضلانہ انداز میں جامعیت کے ساتھ ارقام فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو فتوحات الٰہیہ جلد ۳ صہ ۴۴۴۔

ولعل وجه الاستدراك انه لما نفى كونه ابا لهم كان ذلك مظنة ان يتوهم انه ليس بينهم وبينه ما يوجب تعظيمهم اياه وانقيادهم له فدفعه ببيان ان حقه آكد من حق الاب الحقيقي من حيث انه رسولهم ولما كان قوله من رجالكم مظنة ان يتوهم انه ابو احد من رجال نفسه الذين ولدوا منه دفعه بقوله وخاتم النبيين فانه يدل على انه لا يكون ابا لواحد من رجال نفسه ايضا لانه لو بقي له ابن بالغ بعده لكان اللائق به ان يكون نبيا بعده فلا يكون هو خاتم النبيين اه شيخ زاده وماورد في الكشاف منع الملازمة اذ كثير من اولاد الانبياء لم يكونوا انبياء فانه اعلم حيث يجعل رسالته واجاب الشهاب عن ذلك بقوله الملازمة ليست مبنية على اللزوم العقلي والقياس المنطقي بل على مقتضى الحكمة الالهية وهي ان الله اكرم بعض الرسل بجعل اولادهم انبياء كالخليل ونبينا اكرمهم وافضلهم فلو عاش اولاده اقتضى تشريف الله له جعلهم انبياء اه

ترجمہ: غالباً وجہ استدراک یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے حق میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی فرمائی تو اس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ امتیوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ایسا کوئی امر نہیں پایا جاتا جو افراد امت پر حضور کی تعظیم اور فرمانبرداری کو واجب قرار دیتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو یہ بیان فرما کر رفع فرما دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حق بحیثیت رسول ہونے کے حقیقی باپ کے حق سے بھی زیادہ مؤکد ہے۔ اور جب کہ اللہ تعالیٰ کے قول من رجالکم سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے رجال اولاد میں سے کسی کے باپ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے وخاتم النبیین فرما کر اسے رفع فرما دیا کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبیین ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور اپنی اولاد کے مردوں میں سے بھی کسی کے باپ نہیں۔ اس دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اگر حضور کے بعد حضور کا کوئی صلبی بیٹا باقی رہ کر حد بلوغ کو پہنچے تو آپ کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ آپ کے بعد نبی ہو۔ ایسی صورت میں حضور علیہ السلام خاتم النبیین نہیں ہو سکتے۔ انتہیٰ شیخ زادہ۔ کشاف نے اس مقام پر منع ملازمت کا اعتراض وارد کرتے ہوئے دلیل منع میں کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی بکثرت اولاد نبی نہیں ہوئی کیوں کہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" اس کے جواب میں شہاب الدین خفاجی نے فرمایا کہ ملازمت لزوم عقلی و قیاس پر مبنی نہیں بلکہ اس کا مبنیٰ مقتضائے حکمت الٰہیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء مثلاً خلیل اللہ علیہم السلام کو ان کی اولاد کے نبی ہونے کے ساتھ مکرم فرمایا اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سب نبیوں سے اکرم اور افضل ہیں۔ اس لئے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے حد بلوغ تک زندہ رہتے تو عند اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف و تکریم کے منصب خاص کا مقتضا یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نبی بنا لے۔

اہل علم کے لئے مقام غور

اہل علم حضرات بنظر انصاف غور فرمائیں کہ صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی حنفی بغدادی علیہ الرحمۃ اور صاحب فتوحات الٰہیہ علامہ سلیمان بن عمر نے علماء محققین کے کلام کی روشنی میں آیہ کریمہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم

"ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کی تفسیر کرتے ہوئے کس خوبی کے ساتھ استدراک کی توجیہات فرمائی ہیں اور کیسے فاضلانہ انداز میں عطف بین الجملتین کی تقریر فرمائی، اور کس شان سے کلام الٰہی میں ارتباط واضح کیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آگے چل کر علامہ سلیمان موصوف علیہ الرحمۃ نے ماکان محمد میں نفی پر کلام کرتے ہوئے تفسیر خازن سے ایسی بات نقل فرمائی کہ جس نے حقیقت حال کو پوری طرح واضح کر دیا اور توجیہ سابق میں کسی ادنیٰ تردد کے لئے بھی گنجائش نہ چھوڑی، چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

وقوله فلا یکون له ابن رجل بعده یکون نبیا ، النفی فی الحقیقة متوجه للوصف ای یکون ابنه رجلا وکونه نبیا بعده والا فقد کان له من الذکور اولاد ثلثة ابراهیم والقاسم والطیب ویقال له ایضا الطاهر ولکنهم ماتوا قبل البلوغ فلم یبلغوا مبلغ الرجال ۱ھ (من الخازن جمل ج ۳ ص ۴۴۱)

یعنی اس آیت میں نفی فی الحقیقت وصف کی طرف متوجہ ہے۔ اس وصف سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا مرد بالغ ہونا اور حضور کے بعد اس کا نبی ہونا ہے۔ ورنہ اس میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بیٹے تھے۔ ابراہیم قاسم اور طیب۔ طیب کو طاہر بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ سب قبل البلوغ فوت ہو گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی مبلغ رجال کو نہ پہنچا۔

انتہی خازن

اس عبارت سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ صحت استدراک و عطف بین الجملتین اور کلام الٰہی میں ارتباط اسی تقدیر پر ہے کہ خاتم النبیین میں ختم زمانی کو مراد لیا جائے۔

لکن سے استدراک کی تیسری توجیہ

ولکن رسول اللہ میں استدراک کی تیسری توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ جائز ہے کہ لکن سے استدراک

اس مقام پر اول کلام سے پیدا ہونے والے توہم کو رفع کرنے کے لئے نہ ہو جیسے "ما زید کریم لکنہ شجاع" میں ہے بلکہ یہاں استدراک کا مفاد یہ ہے کہ ما بعد لکن کے لئے وہ حکم ثابت کیا جائے جو اس کے ماقبل کے مخالف ہے۔ جیسے عام طور پر کہا جاتا ہے "ما ھذا ساکن لکنہ متحرک" اور "ما ھذا ابیض لکنہ اسود" بعض آیات قرآنیہ میں بھی اس قسم کا استدراک وارد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "یا قوم لیس بی سفاھة ولکنی رسول من رب العالمین" کیونکہ نفی سفاہت انتفاء رسالت کا وہم پیدا نہیں کرتی نہ لوازمات رسالت مثلاً ہدایت و تقویٰ کے انتفاء کا وہم پیدا کرتی ہے حتیٰ کہ اسے استدراک بالمعنی الاول قرار دیا جائے۔ (روح المعانی پ ۲۲ ص ۳۴)

استدراک اور عطف بین الجملتین پر علماء مفسرین کے ان روشن بیانات کو دیکھنے کے بعد پرستاران تحذیر تعصب کو چھوڑ کر انصاف فرمائیں کہ نانوتوی صاحب نے کلام الٰہی میں بے ربطی پیدا کی ہے یا جمہور امت مسلمہ نے؟

نانوتوی صاحب نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ قطعاً سبیل مومنین کے خلاف ہے زیر نظر مضمون کو بغور پڑھنے کے بعد منصف مزاج علماء پر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گی۔

اس کے بعد یہ گذارش کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک جن مقدس حضرات نے لفظ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ساتھ کئے انہوں نے نانوتوی صاحب کے نزدیک کلام الٰہی کو بے ربط کر دیا۔ اور بقول نانوتوی صاحب قرآن کریم میں ایسی بے ربطی پیدا کی جو اللہ تعالیٰ کے کلام معجز نظام میں قطعاً متصور نہیں۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ آج تک کسی نے خاتم النبیین کے معنی صحیح طور پر کئے ہی نہیں۔ چودہ سو برس کے بعد صرف نانوتوی صاحب کو یہ توفیق نصیب ہوئی کہ انہوں نے کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف صحیح معنی کئے۔

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

نقصان قدر کا احتمال باطل ہے

غلطی نمبر ۵

پانچویں غلطی کے بابت عرض ہے کہ ختم زمانی کی تقدیر پر نقصان قدر کا احتمال تو اس وقت ہو سکتا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کمال کے لئے لفظ خاتم النبیین کے سوا کوئی اور دلیل قرآن مجید میں نہ پائی جائے اور ہر کمال کا ثبوت اس لفظ خاتم النبیین پر موقوف ہو۔ حالاں کہ قرآن مجید میں بے شمار دلائل ایسے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعی کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ کمالات علمی و عملی کے جامع اور تمام کائنات کے لئے مربی اور مفیض ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے لئے وصول فیض کا واسطہ عظمیٰ اور وسیلہ کبریٰ ہیں۔

(روح المعانی پارہ ۱۷ ص ۱۰۵)

نیز آیہ کریمہ " اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ " کے تحت امام رازی نے تمام کمالات نبوت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا ہے۔ دیکھئے تفسیر کبیر جلد ص لہٰذا ختم زمانی کی تقدیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقصان قدر کا احتمال ساقط ہے۔

غلطی نمبر ۶

اس کے بارے میں میری معروضات یہ ہیں کہ نانوتوی صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف آخر النبیین کو حسب و نسب اور سکونت وغیرہ اوصاف کی طرح قرار دینا اور اس کا نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہ ماننا اس بات کو صاف ظاہر کرتا ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے میں بالذات یا بالعرض کسی قسم کی کوئی فضیلت اصلاً نہیں۔ کیوں کہ وہ وصف آخر النبیین و دیگر اوصاف مذکورہ مثلاً کی مدنی یا قریشی ہاشمی کے مابین کوئی فرق نہیں سمجھتے جس کا خلاصہ یہ نکلا کہ قریشی ہاشمی ہونا اور آخر النبیین

ہونا یکساں ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ آخر النبیین ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص ہے اور کی مدنی یا قریشی ہاشمی ہونے میں صحابی کی بھی خصوصیت نہیں۔ سیکڑوں کافر مشرک اور منافقین ساکنین مکہ و مدینہ ہوئے اور بے شمار کفار و مشرکین نسب قریشی و بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ اس کے باوجود نانوتوی صاحب کا وصف آخر النبیین اور اوصاف مذکورہ میں فرق نہ کرنا درحقیقت دین کی بنیاد کو منہدم کرنا ہے۔

ہم تو وصف خاتم النبیین کو بلحاظ اضافت فضیلت جانتے ہیں اور اسی لئے مقام مدح میں اس کے ذکر کو بھی صحیح اور جائز سمجھتے ہیں۔ مگر نانوتوی صاحب کا مسلک اس کے بالکل منافی ہے۔ ورنہ ان کے نزدیک اس وصف اضافی میں کسی قسم کی کوئی فضیلت ہوتی تو مقام مدح میں اس کے ذکر کو وہ ہرگز غیر صحیح قرار نہ دیتے۔

غلطی نمبر ۸

اس کے متعلق میری مختصر گزارش یہ ہے کہ نانوتوی صاحب ختم زمانی کی بجائے ختم ذاتی کو بنائے خاتمیت قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ نزول آیہ کریمہ " ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین " کے وقت سے لے کر اب تک بنائے خاتمیت تاخر زمانی کو قرار دیا جاتا رہا۔ ختم ذاتی کے تصور سے بھی سلف کے اذہان ناآشنا تھے۔ اب تیرہ سو برس کے بعد نانوتوی صاحب نے اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں مزید چھ خاتم النبیین ملاحظہ فرما کر ایسی راہ نکالنے کی کوشش کی کہ چھ زمینوں کے چھ خاتم النبیین بھی برقرار رہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبیین ہونا بھی برائے نام باقی رہے۔ اس کی صورت اس کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ بنائے خاتمیت کے لئے تاخر زمانی کے سوا کسی اور چیز کو تلاش کیا جائے۔ لیکن جس طرح طلب مجہول مطلق محال ہے۔ اسی طرح وجدان معدوم مطلق بھی ممتنع۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

قرآن و حدیث اجماع و قیاس میں کہیں کچھ ہاتھ نہ لگا تو بالآخر انتہائی کد و کاوش کے بعد خاتمیت کی تین شقیں پیدا کی گئیں اور ختم ذاتی کا ایک خود ساختہ مفہوم تراش کر اس کو

بنائے خاتمیت قرار دے دیا گیا۔ جس پر کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال علماء، مفسرین و محدثین کی روشنی میں ہم پوری وضاحت کے ساتھ رد کر چکے ہیں۔

ذاتی اور عرضی کیطرف نبوت کی تقسیم احداث فی الدین ہے۔

غلطی نمبر ۹

اس غلطی کے متعلق اتنی بات یاد رکھیں کہ درحقیقت نانوتوی صاحب کے تمام اغلاط کی بنیاد یہی غلطی ہے کہ انہوں نے نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کر دیا۔ اور میں کتاب و سنت سے ثابت کر چکا ہوں کہ یہ تقسیم عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی نے نہیں کی۔ قرآن و حدیث اور اقوال علمائے راسخین کی روشنی میں یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی کہ نبوت کی یہ تقسیم احداث فی الدین ہے۔

نانوتوی صاحب کے نزدیک آیہ خاتم النبیین تاخر زمانی میں نص قطعی نہیں۔ غلطی نمبر۱۰

اس کے متعلق گذارش ہے کہ نانوتوی صاحب نے جب خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کو عوام کا خیال قرار دے دیا اور بنائے خاتمیت کسی اور بات پر رکھ دی تو اب "تاخر زمانی" کے لئے سوق کلام متصور ہی نہیں رہا۔ ایسی صورت میں تاخر زمانی میں آیہ کریمہ کیوں کر نص قرار پا سکتی ہے؟ حالانکہ ساری امت کے نزدیک یہ آیہ کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے پر نص قطعی ہے۔

اتصاف ذاتی کے لئے "تاخر زمانی" کا لزوم باطل ہے۔

غلطی نمبر ۱۱

اس غلطی پر سابقاً تفصیل سے لکھا جا چکا ہے، یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ اگر اتصاف ذاتی کے لئے "تاخر زمانی" لازم ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف نبوت سے متصف بالذات نہیں بلکہ نانوتوی صاحب کی تصریح کے مطابق وصف ایمان سے بھی بالذات متصف ہیں لہٰذا جس طرح وہاں خود بخود "تاخر زمانی" لازم آیا یہاں بھی لازم آئے گا، ورنہ لزوم کا دعوے باطل ہوگا۔

اور اس پر جو عمارت تحذیر الناس میں قائم کی گئی ہے وہ سب منہدم ہو کر رہ جائے گی۔ لیکن کیا کوئی مسلمان ایسا ہے جو یہ تسلیم کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح نبی نہیں ہو سکتا، ایسے ہی مومن کا ہونا بھی محال ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) معلوم ہوا کہ اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی کے لزوم کا قول بداہتہً باطل ہے۔

غلطی نمبر ۱۲

اس کی بابت ہم خود نانوتوی صاحب کا اعتراف تحذیر الناس سے پیش کئے دیتے ہیں، لہٰذا ہمیں کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔ نانوتوی صاحب فرماتے ہیں:-

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقص آ گیا اور کسی طفل نادان نے ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا ؎

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے، میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بعید ہے، ویسے بھی اپنے عقل و فہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے۔" تحذیر الناس ص ۲۵

اے کاش! اگر نانوتوی صاحب خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کو عوام کا خیال قرار نہ دیتے اور بنائے خاتمیت تاخر زمانی کے سوا کسی اور چیز پر نہ رکھتے تو ہمیں ان کی اس ادا سے اختلاف کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

غلطی نمبر ۱۳

اس کے متعلق بھی ہم تحذیر الناس سے نانوتوی صاحب کی ایک عبارت پیش کئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے وہ فرماتے ہیں:-

"ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور رتبی سے عام لیجئے تو پھر

دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی۔"

(تحذیر الناس صہ ۹)

اس عبارت کے بعد بھی یہ کہنا کہ نانوتوی صاحب نے خاتمیت زمانیہ کا انکار نہیں کیا، کس قدر بے معنی اور مضحکہ خیز ہے۔

غلطی نمبر ۱۴ اس کی تفصیل بیان ترتیب ہی کے ضمن میں ابتداءً آگئی۔ وہاں بغور ملاحظہ فرمائیں۔

ہر کمال کیلئے لفظ خاتم النبیین کو دلیل بنانا درست نہیں۔

اس بحث میں یہ امر خاص طور پر ملحوظ رہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فضیلت میں کسی مسلمان کے لئے مجال انکار نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کمال کا مبداء اور تمام علمی و عملی خوبیوں کا جامع بنایا ہے اور تمام کائنات حضور ہی کے فیض سے مستفیض ہے۔ مگر اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ لفظ خاتم النبیین ہی کو دلیل بنایا جائے۔ اس دعوے پر کتاب و سنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

مولانا کشمیری کا صاحب تحذیر سے اختلاف

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو نانوتوی صاحب کے پیش نظر اولاً و ابتداءً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا اظہار نہیں بلکہ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں اپنے نظریہ کا اثبات ہے۔ انہوں نے اپنی بات کی پچ میں جو طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ اس میں ساری امت سے منفرد ہو گئے۔ خود علماءِ دیوبند میں ایسے حضرات پائے جاتے ہیں جنہوں نے اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے بارے میں نانوتوی صاحب کی روش سے اختلاف کیا۔ دیکھئے آپ کے

مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے بھی اس اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر فیض الباری میں کلام فرمایا ہے۔ اور اس کے متعلق ان کا مسلک آپ کے مولانا نانوتوی صاحب سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ نانوتوی صاحب اس اثر کو بالمعنی مرفوع اور سنداً صحیح قرار دیتے ہیں جیسا کہ تحذیر الناس صہ ۳۴ میں رقم طراز ہیں:

> "تو بایں وجہ کہ بالمعنی مرفوع ہے اور باعتبار سند صحیح۔ بے شک تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔"

لیکن مولانا انور شاہ صاحب کشمیری اس کے خلاف ہیں۔ دیکھئے فیض الباری میں انہوں نے صاف طور پر لکھا:-

> "والظاهر انه ليس بمرفوع واذا ظهر عندنا منشأه فلا ينبغي للانسان ان يعجز نفسه في شرحه مع كونه شاذا بالمرة"

(فیض الباری جلد ۳ صہ ۳۳۳)

ترجمہ: اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر مرفوع نہیں ہے اور جب اس کا منشأ ہم پر ظاہر ہو گیا (کہ یہ محض عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا ہوا قول ہے۔ ناقل) تو اب انسان کے لئے یہ بات لائق نہیں کہ وہ اس کی شرح میں اپنے آپ کو عاجز کر دے۔ باوجودیکہ وہ مرہ (راوی) کی وجہ سے شاذ ہے۔ انتہیٰ

تحذیر الناس پر فیض الباری کی جرح

صرف یہی نہیں بلکہ مولانا انور شاہ صاحب نے فیض الباری میں اسی مقام میں مولانا نانوتوی صاحب کے رسالہ تحذیر الناس کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور عجیب انداز میں اُس کے انداز پر جرح کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"وقد ألف مولانا النانوتوی رسالة مستقلة فی شرح الاثر المذکور سماها تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس وحقق فیها ان خاتمیته صلی اللہ علیہ وسلم لا یخالف ان یکون خاتم اخر فی ارض اخری کما هو مذکور فی اثر ابن عباس ویظهر من کلام مولانا النانوتوی ان یکون لکل ارض سماء ایضا کما لارضنا والذی یظهر من القران کون السموات السبع کلها لتلك الارض" اھ فیض الباری جلد ۳ صـ ۳۳۳

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اثر مذکور کی شرح میں مولانا نانوتوی نے ایک مستقل رسالہ "تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس" لکھا ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی اور خاتم کسی دوسری زمین میں ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے خلاف نہیں۔ جب کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اس اثر میں مذکور ہے۔ اور مولانا نانوتوی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمین کے لئے بھی اسی طرح آسمان ہو جیسے ہماری زمین کے لئے ہے قرآن مجید سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ساتوں آسمان اسی زمین کے لئے ہیں۔ (فیض الباری جلد ۳ صـ ۳۳۳)

مولانا انور شاہ صاحب کا نانوتوی صاحب پر طنز لطیف

دیکھئے کس وضاحت کے ساتھ مولانا انور شاہ صاحب نے نانوتوی صاحب کے کلام کو قرآن مجید کے خلاف قرار دیا ہے۔ اس کے بعد مولانا انور شاہ صاحب نے اثر مذکور کے متعلق اپنا وہی مسلک بیان کیا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ساتھ ہی شاہ صاحب نے نانوتوی صاحب پر نہایت لطیف انداز میں طنز کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"والحاصل انا وجدنا الاثر المذکور شاذا لا یتعلق به امر من صلوتنا وصیامنا ولا یتوقف علیه شیء من ایماننا وایضا ان نترك شرحه وان کان لا بد لك ان تقتحم فی ما لیس لك به علم فقل علی طریق ارباب الحقائق ان سبع ارضین لعلها عبارة عن سبعة عوالم وقد صح منها ثلثة عالم الاجسام وعالم المثال وعالم الارواح۔ اما عالم الذر وعالم النسمة فقد ورد به الحدیث ایضا لکنا لا ندری هل هو عالم براسه ام لا فهذه خمسة عوالم واخرج نحوها اثنین ایضا فتم الواحد لا یمر من هذا العالم الادنی الا باخذ احکامه وقد ثبت عند الشرع وجوداً للشیء قبل وجوده فی هذا العالم وحینئذ یمکن لك ان تسلم کون النبی الواحد فی عوالم مختلفة بدون تعدد" انتهی

فیض الباری جلد ۳ صـ ۳۳۳

ترجمہ: اور حاصل کلام یہ ہے کہ جب ہم نے اثر مذکور کو شاذ پایا اور اس کے ساتھ ہماری نماز اور روزے کا کوئی امر بھی متعلق نہیں نہ اس پر ہمارے ایمان سے کوئی امر موقوف ہے تو ہم نے مناسب جانا کہ اس کی شرح کو ترک کر دیں اور اے مخاطب! اگر تیرے لئے کوئی چارہ نہیں اور تو اس بات پر مجبور ہے کہ ایسی چیز میں دخل انداز ہو جس کے بارہ میں تجھے کچھ علم نہیں (یعنی اثر مذکور کے بارے میں) تو ضرور کچھ کہنا چاہتا ہے، تو ارباب حقائق کے طریق پر تجھے یہ کہنا چاہیئے کہ شاید اثر مذکور میں سات زمینوں کے لفظ سے سات عالموں کو تعبیر کیا گیا ہے۔ جن میں سے تین کا وجود تو صحت کے درجہ کو پہنچ چکا ہے، عالم

اجسام، عالم مثال، عالم برزخ، پھر عالم ذر، عالم نسمہ، تو بے شک ان دونوں کے متعلق بھی حدیث وارد ہوتی ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ یہ دونوں مستقل عالم ہیں یا نہیں۔ پس یہ پانچ عالم ہیں اور انہیں پانچ کی طرح دو اور بھی نکال لے (تاکہ پورے سات ہو جائیں) تو ایک چیز اس عالم سے دوسرے عالم کی طرف نہیں گذرتی لیکن اس حال میں گذرتی ہے کہ اس عالم کے احکام لے لیتی ہے۔ اور بے شک ایک شیٔ کیلئے اسکے اس عالم میں آنے سے پہلے کئی وجود شرع مطہر میں ثابت ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت تیرے لئے بغیر کسی دشواری کے یہ ممکن ہے کہ تو مختلف عالموں میں ایک ہی نبی کے ہونے کا التزام کرلے۔

(فیض الباری ص ۳۴۴/۳)

مولانا کشمیری کا تحذیر پر رد اور ہماری تائید

شاہ صاحب نے اس عبارت میں بیہقی کی تصحیح نقل کرنے کے باوجود اثر مذکور کی صحت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کو محض لفظ شاذ سے تعبیر فرمایا۔ اسی طرح "والظاہر انہ لیس بمرفوع" کہہ کر اس کے مطلقاً مرفوع ہونے کی نفی کردی اور کسی ایک جگہ بھی اس کے بالمعنی مرفوع ہونے کا قول نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارے اعمال و عقائد میں سے کوئی شیٔ اس اثر عبداللہ بن عباس سے متعلق نہیں، اس لئے ہم اس کی تشریح چھوڑتے ہیں یہ نانوتوی صاحب پر ایک قسم کا لطیف طنز ہے۔

کیوں کہ نانوتوی صاحب نے یہ تسلیم کر لینے کے باوجود کہ واقعی اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اصول دین اور عقائد و اعمال سے قطعاً متعلق نہیں اس کی تشریح میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مزید براں شاہ صاحب نے اثر مذکور میں کلام کرنے کو انتہائی طور پر ناپسند کیا اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس میں کلام کرنے کے لئے اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ تو اسے وہ بات نہ کہنی چاہئے جو نانوتوی صاحب نے کہی بلکہ (ارباب حقائق کے طور پر کلام کرنا چاہیے اور وہ یہ کہ سات زمینوں سے سات عالم مراد لئے جائیں اور انبیاء مذکورین سے ہر نبی کو ہر عالم میں تسلیم کیا جائے۔ کیوں کہ عند الشرع ایک شیٔ کے متعدد وجود ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ایک ہی نبی کا ساتوں عالموں میں پایا جانا دشوار نہیں۔

نانوتوی صاحب کے خلاف ایک اور شہادت

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء محققین سے ایک اور معنی نقل کئے ہیں۔ وہ اسی حدیث آدم کآدمکم کے تحت فرماتے ہیں۔

" قالوا معناه ان فی کل ارض خلق اللّٰه لهم سادة یقومون علیهم مقام آدم ونوح وابراهیم وعیسٰی نبینا قال السخاوی فی المقاصد الحسنة حدیث الارضین سبع فی کل ارض من الخلق مثل ما فی هذه حتی آدم کآدمکم وابراهیم کابراهیمکم هو مجهول (د) ان صح نقله عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما علی انه اخذه عن الاسرائیلیات ای اقاویل بنی اسرائیل مما ذکر فی التوراة او اخذ من علمائهم ومشائخهم کما فی شرح النخبة وذلك وامثاله اذا لم یخبر به ویصح سنده الی معصوم فهو مردود علی قائله انتهی کلام المقاصد مع تفسیر الاسرائیلیات۔

وقال فی انسان العیون قد جاء عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما فی قوله تعالٰی ومن الارض مثلهن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوحکم

وابراهيم كابراهيمكم وعيسى كعيساكم رواه الحاكم في المستدرك. وقال صحيح الاسناد وقال البيهقي اسناده صحيح لكنه شاذ بالمرة اي لانه لا يلزم من صحة الاسناد وصحة المتن فقد يكون فيه مع صحة اسناده ما يمنع صحته فهو ضعيف قال الجلال السيوطي ويمكن ان يؤول على ان المراد بهم النذر الذين كانوا يبلغون الجن عن انبياء البشر ولا يبعد ان يسمى كل منهم باسم النبي الذي يبلغ عنه هذا كلامه وحينئذ كان لنبينا عليه السلام رسول من الجن اسمه كاسمه ولعل المراد اسمه المشهور وهو محمد فليتأمل انتهى ما في انسان العيون"

(روح البیان جلد ۱۰ پ ۲۸ مطبوعہ مصر ص ۲۴۴)

ترجمہ: محققین نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر زمین میں اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہے اور اس کے سردار ہیں جو ان پر ہمارے آدم و نوح اور ابراہیم و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قائم مقام ہو کر ان کی قیادت و سیادت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس حدیث کو مجہول کہا اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اس کی نقل صحیح ہے۔ مجہول ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ انہوں نے اسے اسرائیلیات یعنی بنی اسرائیل کے ان اقاویل سے لیا ہے، جو توراۃ میں مذکور ہیں۔ یا علماء و مشائخ بنی اسرائیل سے لیا ہے جیسا کہ شرح نخبہ میں ہے۔ یہ اور اسی قسم کی روایات جب اخبار اور سند کے اعتبار سے نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک صحت کے ساتھ پایۂ ثبوت

تک نہ پہنچی ہوں، تو وہ اسی شخص پر رد کر دی جائیں گی جو ان کا قائل ہے۔ انتہی

اور انسان العیون میں کہا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے قول خداوندی "ومن الارض مثلهن" کی تفسیر میں حدیث نبی کنبیکم و آدم کآدمکم والحدیث ا مروی ہے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور اسے صحیح الاسناد بتایا اور بیہقی نے کہا اس کی اسناد صحیح ہے۔ لیکن وہ مرہ وراوی اسکے ساتھ شاذ ہے۔ یعنی اس لئے کہ صحت اسناد سے صحت متن لازم نہیں آتی کیوں کہ کبھی باوجود صحت اسناد کے متن میں ایسی بات ہوتی ہے جو صحت متن سے مانع ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ ضعیف ہے۔

جلال الدین سیوطی نے کہا کہ اس روایت کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آدم و نوح اور ابراہیم و عیسیٰ وغیرہم علیہم السلام سے وہ پیغامبر مراد ہیں جو انبیاء بشر کی طرف سے جنات کو پیغام پہنچایا کرتے تھے اور یہ بعید نہیں کہ ان پیغامبروں میں سے ہر ایک اسی نبی کے نام سے موسوم ہو جس کا وہ پیغام رساں ہوتا تھا۔ یہ جلال الدین سیوطی کا کلام ہے۔ اس وقت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد از قوم جن تھا جس کا نام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کی طرح تھا اور شاید نام سے حضور کا مشہور نام مراد ہے جو "محمد" ہے۔ یہاں تامل کرنا چاہیے۔ انسان العیون کی عبارت ختم ہوئی۔

(روح البیان جلد ۱۰ پ ۲۸ ص ۲۴۴/۲۴۵ طبع مصر)

روح البیان کی اس منقولہ عبارت کا مفاد حسب ذیل ہے:۔

۱۔ بقیہ چھ زمینوں میں جن حضرات کا ذکر اثر مذکور میں وارد ہے۔ درحقیقت وہ انبیاء اللہ نہیں بلکہ رسل انبیاء بشر ہیں اور آدم و نوح و ابراہیم و عیسیٰ علیہم السلام کے قائم مقام ہو کر ہر زمین میں

خلق اللہ کی سیادت و قیادت کے امور انجام دیتے ہیں یعنی وہ خود انبیاء نہیں بلکہ وصف سیادت و قیادت میں انبیاء علیہم السلام کے مثل اور ان کے قائم مقام ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مفہوم نانوتوی صاحب کی اس تشریح کے قطعاً خلاف ہے جس پر انہوں نے اپنے نظریات کی بنیاد قائم کی ہے۔ بقیہ چھ زمینوں میں جب کوئی نبی ہی نہیں بلکہ انبیاء کے قائم مقام ہیں تو نانوتوی صاحب کے اس اختراعی نظریہ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کسی نبی کا پایا جانا حضور کی خاتمیت کے منافی نہیں۔

۲۔ امام سخاوی کے نزدیک یہ حدیث مجہول ہے اور اس کا ماخذ اقاویل بنی اسرائیل کے سوا کچھ نہیں۔

۳۔ بیہقی نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح کہا لیکن اس کے باوجود اس کے متن کو ضعیف قرار دیا۔ نانوتوی صاحب نے بیہقی کے قول میں " اسنادہ صحیح " دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ بس یہ حدیث صحیح ہے اور یہ نہ دیکھا کہ صحت اسناد کے لئے صحت متن لازم نہیں۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ سند صحیح ہو اور متن میں کوئی ایسی علت قادحہ پائی جائے جو اس کی صحت سے مانع ہو، اور اس بناء پر وہ متن ضعیف ہو۔ اس روایت میں بالکل یہی صورت پائی جاتی ہے کہ اگر تاویلات ماؤلین سے قطع نظر کر لی جائے تو ظاہر معنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے اور یہ منافات یقیناً علت قادحہ ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف قرار پائے گی۔

نانوتوی صاحب پر صاحب روح المعانی کا رد شدید

علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اثر مذکور کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

" وقال الذہبی اسنادہ صحیح ولکنہ شاذ بمرہ لا اعلم لابی الضحی

علیہ متابعا "

ذہبی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ لیکن یہ شاذ بمرہ ہے۔ ابو الضحیٰ کے لئے اس پر کسی متابعت کرنے والے کو میں نہیں جانتا۔

" وذکر ابو حیان فی البحر نحوہ عن الحبر وقال ھذا حدیث لا شک فی وضعہ وھو من روایۃ الواقدی الکذاب واقول لا مانع عقلا ولا شرعا من صحتہ والمراد ان فی کل ارض خلقا یرجعون الی اصل واحد رجوع بنی آدم فی ارضنا الی آدم علیہ السلام وفیہ افراد ممتازون علی سائرھم کنوح وابراہیم وغیرھما فینا "

(روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۲۳ طبع جدید ص ۱۲۵ طبع قدیم)

ترجمہ: ابو حیان نے بحر میں اس کے ہم معنی روایت حبر الامۃ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی ہے اس کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں اور وہ واقدی کذاب کی روایت سے ہے۔

اور میں کہتا ہوں کہ عقلاً و شرعاً اس حدیث کی صحت سے کوئی امر مانع نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر زمین میں مخلوق ہے۔ جو اصل واحد کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جیسے ہماری زمین میں بنی آدم، آدم علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور ہر زمین میں کچھ ایسے افراد ہیں جو اپنے بقیہ افراد پر اسی طرح امتیازی شان رکھتے ہیں۔ جیسے نوح اور ابراہیم وغیرہما علیہم السلام ہم میں ممتاز ہیں۔ انتہیٰ (روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۲۵ طبع قدیم ص ۱۲۳ طبع جدید)

علامہ سید محمود آلوسی نے بھی صحت حدیث کا مدار صرف اس امر پر رکھا کہ اس حدیث میں ہر زمین میں جن حضرات کا ذکر ہے وہ انبیاء اللہ نہیں بلکہ امتیازی شان میں ان کے مشابہ ہیں۔ یہ ترجمہ صاحب روح البیان کی منقولہ توجیہ کے عین مطابق ہے۔ اور دونوں کا مفاد یہی ہے کہ

چھ زمینوں میں انبیاء اللہ نہیں پائے جاتے بلکہ سیادت وقیادت اور عظمت وامتیازی حیثیت میں انبیاء علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اور ان کی قائمقامی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کی یہ توجیہ نانوتوی صاحب کے خلاف ناقابل رد شہادت اور ان کے خود ساختہ مسلک کی تردید شدید ہے۔

اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہ کی سند ومتن اور صحت وضعف اور اس کی توجیہ وتاویل سے متعلق جن اہم امور کو نانوتوی صاحب نے عمداً یا خطاً چھوڑ دیا تھا، ہم نے نہایت ہی اختصار اور جامعیت کے ساتھ انہیں بیان کر دیا ہے۔ جسے بغور دیکھنے کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہتا کہ اثر مذکور معلل وضعیف ہے۔ اور اگر بالفرض اس کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو نانوتوی صاحب کی توجیہات کتاب وسنت کے قطعاً منافی ہیں۔

نیز اس بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری نانوتوی صاحب کی توجیہات سے بیزار ہیں۔ اور انہوں نے بھی اسی توجیہ کو پسند فرمایا جسے ہم عرض کر چکے ہیں۔

والحمد للہ علی احسانہ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد
وآلہ واصحابہ اجمعین

التبشیر پر اعتراضات کاعلمی جائزہ

حضرت محترم جناب دیوان صاحب قبلہ مولانا پیر محمد چشتی

بابا اکرم صاحب، عبداللطیف قادری صاحب پشاور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج مبارک!

پشاور سے فضل الٰہی نامی ایک صاحب کا مسودہ میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اس کا جواب انہیں ارسال کردیا ہے۔ اپنے جواب کی فوٹو اسٹیٹ کاپی فضل الٰہی کے مسودہ کے سرورق کی ایک "نقل مطابق اصل" منسلک کررہا ہوں۔

جواب کی جو فوٹو اسٹیٹ کاپی فضل الٰہی کو بھیجی ہے اس کے صفحہ نمبر ۲۵ کی آخری سطر میں فاضلِ مضمون سے ایک غلطی ہوگئی تھی جو بعد میں دیکھنے میں آئی ہے چنانچہ اس کی تصحیح کرکے مورخہ ۲۹ رجولائی ۱۹۸۰ء کو انہیں بذریعہ رجسٹری جوابی رسید ارسال کردی ہے۔ اس کی نقل بھی منسلک ہٰذا کی جارہی ہے تاکہ وہ یعنی فضل الٰہی احباب میں غلط بیانی نہ کرسکیں۔

آپ بھی ملاحظہ فرمالیں اور تمام احباب کو بھی پڑھادیں تاکہ ہمارے سنی احباب کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

فقط والسلام

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

۷ راگست ۱۹۸۰ء

تاریخ: ۱۵ ررمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

محترم جناب فضل الٰہی صاحب

سلام مسنون:۔

مزاجِ گرامی

آپ کے مضمون کا جواب جو ۲۲ رجولائی کو آپ کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا ہے اس جواب کی کاپی کے صفحہ ۲۵ پر آخری سطر میں کتابت کی ایک غلطی رہ گئی ہے۔ جس سے آپ کو مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ سطر حسب ذیل ہے۔

حضور غوث پاک ﷜ کمالات ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچے جس سے رسالت کا آغاز ہوتا ہے۔

اس سطر میں جس سے کی بجائے "جس کے بعد" پڑھا جائے۔ اصل مسودہ میں "جس کے بعد" ہی ہے۔ ناقل نے غلطی سے اس کی بجائے "جس سے" لکھ دیا۔ پوری سطر اس طرح پڑھی جائے۔

"حضور غوث پاک ﷜ کمالات ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچے جس کے بعد رسالت کا آغاز ہوتا ہے۔"

اپنی فوٹو اسٹیٹ کاپی میں یہ تصحیح ضرور فرمالیں۔

شکریہ

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

۲۹؍ جولائی ۱۹۸۰ء

جواب مکتوب!

جناب محترم!

سلام مسنون: جیسا کہ میں اس سے قبل آپ کو لکھ چکا ہوں کہ دو۲ اپریل ۱۹۸۰ء کو آپ نے میرے نام اپنے مضمون کی رجسٹری کرائی۔ اسی دو۲ اپریل کی شام کو میں نشتر ہسپتال ملتان میں داخل ہوا اور ساڑھے چار گھنٹے میرا اپریشن جاری رہا۔ ابتداء مئی میں شدید تکلیف اور انتہائی نقاہت کی حالت میں گھر آیا اور صاحب فراش رہا۔ تا حال صاحب فراش ہوں۔ آپ یقین فرمائیں چند آدمیوں کا سہارا لئے بغیر دو قدم چلنا بھی دشوار ہے۔ آپ کی رجسٹری کا مجھے علم نہیں ہوا۔ میرے احباب نے میری علالت کے پیش نظر مجھے بتایا تک نہیں کہ اس قسم کی کوئی رجسٹری آئی ہے۔

بالآخر کافی مدت کے بعد پرانی ڈاک میں آپ کی وہ رجسٹری احباب نے مجھے بھیجی۔ میرے اندر اتنی طاقت نہیں تھی کہ آپ کا مضمون پڑھ سکتا بستر پر لیٹے ہوئے سرسری طور پر آپ کا مضمون دیکھا اور اس کے اکثر و بیشتر حصے احباب سے پڑھوا کر سنے۔

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ آپ کے اس طویل مضمون میں لاعلمی، غلط فہمی، مغالطہ دہی، دروغ گوئی اور تضاد بیانی کے سوا کچھ نہیں، مثال کے طور پر آپ نے میرے نام اپنے مکتوب (جو مضمون کے ساتھ شامل ہے) کے صفحہ ا کی سطر نمبر ۱۰ پر لکھا۔

''ناچیز کا اختلاف تو علمی ہے مجادلہ یا مکابرہ نہیں کہ کسی کی ذات کو دشنام دہی کروں۔ اھ بلفظہٖ

آگے چل کر اسی صفحہ کی سطر ۱۳، ۱۴ پر لکھتے ہیں۔

''ناچیز نے دلائل کے ساتھ مجبور کر کے اُس سے احمد رضا خان خیانتی لعنتی، تین بار کہلوایا'' اھ بلفظہٖ

اگر کوئی شخص نانوتوی کو خیانتی، لعنتی کہے تو کیا یہ آپ کے نزدیک دشنام دہی قرار نہیں پائے گی؟

ایک ہی صفحہ کی دو مختلف سطروں سے آپ کی تضاد بیانی اور دروغگوئی واضح ہوگئی۔ یہ مثال تو بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہے ورنہ آپ کا سارا مضمون اسی قسم کی تضاد بیانی اور لاعلمی و دروغ گوئی سے بھرا پڑا ہے۔

آپ کے سب سے پہلے خط کے جواب میں اگر میں جواب دینے کا وعدہ نہ کرتا تو بخدا ہرگز جواب نہ دیتا کیوں کہ اس سارے

مضمون میں لغویات کے سوا جواب دینے کے قابل کوئی بات ہی نہیں۔

آخر میں اتنا اور عرض کر دوں کہ اگر اس کے بعد آپ نے کچھ لکھنے کی جسارت کی تو مجھ سے اُس کے جواب کی توقع ہرگز نہ رکھنا کیوں کہ میں اپنے دینی و علمی مشاغل میں اس قدر مصروف ہوں کہ اس قسم کے لغویات کی طرف متوجہ ہونے کی مجھے فرصت بھی نہیں۔

فقط

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

۱۸؍ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲؍ جولائی ۱۹۸۰ء

اب لیجئے اپنے مضمون کا جواب ملاحظہ فرمایئے!

حامدًا و مصلیاً و مسلمًا

نانوتوی صاحب کا اعتقادِ ختمِ زمانی اور اس کی حقیقت:

آپ نے اپنے مضمون کے صفحہ نمبر ۱ پر فرمایا نانوتوی صاحب خاتمیت بمعنی آخر النبیین کے بالکل معتقد و مقر ہیں چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ نمبر ۱۱ میں وہ ختم نبوت کے انکار کنندہ کو بایں الفاظ کافر قرار دیتے ہیں کہ سو جس طرح تعداد رکعت کا منکر کافر ہے ایسا ہی ختم نبوت کا منکر بھی کافر ہے۔ اھ بلفظہٖ (تحذیر)

جواباً عرض ہے کہ آپ نے تحذیر سے نانوتوی صاحب کی عبارت نقل کرنے میں ایسی بدترین خیانت کی ہے کہ جو کسی مسلمان کے نزدیک قابلِ معافی نہیں۔

تحذیر کی اصل عبارت یہ ہے۔

"سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہا باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔" (بلفظہٖ (تحذیر) صفحہ ۹)

نانوتوی صاحب کے نزدیک رکعات وتر بھی متواتر ہیں

نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں اعدادِ رکعات فرائض کے تواتر میں وتر کو بھی شامل کرلیا ہے جیسا کہ خط کشیدہ عبارت سے واضح ہے لیکن آپ نے اس حصہ کو شیرِ مادر کی طرح ہضم کر کے اشد ترین خیانتِ مجرمانہ کا ارتکاب کیا ہے ہر مسلمان جانتا ہے کہ اعداد رکعات فرائض کا منکر اسی لئے کافر ہے کہ یہ اعداد تواتر سے ثابت ہیں اور تواترِ شرعی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ جب نانوتوی صاحب نے اس تواتر میں وتر کو بھی شامل کرلیا ہے تو نانوتوی صاحب کے نزدیک وتر کی تعدادِ رکعات کا منکر بھی کافر قرار پائے گا اور کافر بھی ایسا جیسا کہ

ختم نبوت کا منکر کافر ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان جانتا ہے کہ فرائض کی طرح وتر تواتر میں شامل نہیں۔ آج تک فرضوں کی رکعتوں میں اختلاف نہیں پایا گیا کسی مسلمان نے یہ نہیں کہا کہ مثلاً ظہر کے تین فرض جائز ہیں یا مغرب کے فرضوں کی دو رکعتیں پڑھ لی جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ بخلاف وتر کے کہ سلف صالحین سے لیکر آج تک وتر کی رکعتوں میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔

دیکھئے بخاری شریف میں ہے۔

قال القاسم رأینا اناسا منذ ادرکنا یوترون بثلاث وان کلا لواسع وارجو ان لا یکون بشیٔ منه بأس انتهیبخاری شریف جلد اوّل ص ۱۳۵

تعداد رکعات وتر میں اختلاف امت

یعنی سیدنا صدیق اکبر ؓ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ ہم نے جب سے لوگوں کو پایا انہیں تین رکعات وتر پڑھتے دیکھا اور گنجائش سب میں ہے۔ مجھے امید ہے کہ کسی شیٔ میں کچھ مضائقہ نہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس کے تحت فرماتے ہیں

قال الکرمانی قوله (ای قاسم بن محمد بن ابی بکر ؓ) ان کلا ای وان کل واحدة من الرکعة او الثلاث والخمس والسبع وغیرها جائز انتهیٰ (فتح الباری ص ۳۸۹، ج ۲)

یعنی علامہ کرمانی نے فرمایا کہ حضرت قاسم بن محمد کے قول ان کلا کے معنی یہ ہیں کہ وتر ایک رکعت، تین رکعت اور پانچ رکعتیں اور سات وغیرہ سب جائز ہیں۔ یہ مسئلہ امت مسلمہ کے نزدیک قطعی اجماعی ہے۔ فرائض کی رکعات کی تعداد تواتر سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کا منکر کافر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وتر کی رکعات کی تعداد تواتر سے ثابت نہیں۔ لہٰذا اس کا منکر کافر نہ ہوگا۔ مگر نانوتوی صاحب نے دونوں کو تواتر میں شامل کر کے تعداد رکعات وتر کے منکر کو بھی کافر قرار دے دیا۔ بنابریں نانوتوی صاحب کے نزدیک معاذ اللہ وہ تمام اسلاف کرام اور ائمۂ دین کافر قرار پائیں گے جنہوں نے تعداد رکعات وتر میں اختلاف کیا اب اگر آپ نانوتوی صاحب کے خلاف امتِ مسلمہ کے مسلک کو حق سمجھتے ہیں تو ان پر اجماع قطعی کے انکار کا حکم لگانا پڑے گا اور ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ان کی عبارت منقولہ بالا کے مفہوم میں صریح تضاد ہے کہ اعداد رکعات فرائض کے منکر کی طرح ختم نبوت کا منکر کافر ہے اور اعداد رکعات وتر کے منکر کی طرح وہ کافر نہیں۔ متضاد عبارت کسی دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ لہٰذا تحذیر کی اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منکرِ ختم نبوت ان کے نزدیک کافر ہے۔

۴: اس کے بعد اسی صفحہ پر آپ نے صاحب تحذیر کے معتقد ختم زمانی ہونے کی دلیل مناظرہ عجیبہ سے نانوتوی صاحب کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے۔

صرف عقیدہ لکھ دینا کافی نہیں:

”خاتمیت زمانی اپنا عقیدہ ہے۔“

”ناحق تہمت کا کچھ علاج نہیں“ اھ بلفظہ

جواباً عرض ہے کہ مناظرہ مجیبیہ میرے پیش نظر نہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ نے حسب سابق یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہو اور بر تقدیر تسلیم آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ محض قلم سے لکھ دینے سے کسی کا کوئی اسلامی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے خلاف اپنے لکھے ہوئے غیر اسلامی عقیدے سے توبہ نہ کرلے۔ دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا اور حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اقرار بھی اپنی تحریروں میں کیا۔ لیکن چونکہ وہ اپنے دعویٰ نبوت سے تائب نہیں ہوا، اس لئے اس کی تحریروں میں حضور ﷺ کے آخرالنبیین ہونے کا اقرار اسے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکا۔

اس ختم نبوت کے مسئلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

مرزا قادیانی کا ختم نبوۃ کے عقیدہ کا اقرار اور اس کا انکار:

دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اقرار بھی اپنی تحریروں میں کیا لیکن اس کے باوجود اس نے خود دعویٰ نبوۃ کر کے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کر دیا۔

مرزائیوں کا لاہوری فرقہ مرزا کو کفر سے بچانے کے لئے اس کی ان تحریروں کو پیش کرتا ہے جن میں اس نے ختم نبوۃ کا اقرار کیا اور حضور ﷺ کے بعد مدعی نبوۃ کو کاذب اور کافر قرار دیا اور اپنا یہ عقیدہ لکھا کہ

”میں ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوۃ اور رسالت کو کاذب اور کافر مانتا ہوں۔“

آیئے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ”اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوۃ کا مدعی ہے۔ ملائک کا منکر، بہشت ودوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معراج نبوی سے بالکل منکر ہے۔

لہٰذا میں اظہاراً للحق عام وخاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔

اور جیسا کہ اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رُو سے مسلّم الثبوت ہیں اور سیدنا ومولانا حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوۃ اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔ اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔“ اھ (اعلان مورخہ ۲؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء (منقول از کتاب ”مجدد اعظم“)

۲۔ مرزا صاحب کی دوسری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

کیوں کہ حسب تصریح قرآن کریم: رسول اس کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبرائیل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں۔

لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو سال سے مہر لگ چکی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟ اھ

(ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳ منقول از مجدد اعظم صفحہ ۲۸۳)

۳۔ مرزا قادیانی کی تیسری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوۃ اور رسالت کو کافر جانتا ہوں۔ اھ

(اشتہار ۲ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء (منقول از مجدد اعظم ص ۲۸۵)

۴۔ مرزا صاحب کی چوتھی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

"جو شخص ختم نبوۃ کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" تقریر واجب الاعلام بمقام دہلی

۵۔ مرزا صاحب کی پانچویں عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

"مجھے کب جائز ہے کہ نبوۃ کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں۔" اھ

(حمامۃ البشریٰ ص ۷۹ (منقول از مجدد اعظم ص ۲۸۵)

اس مسئلہ ختم نبوت میں مرزا قادیانی کا ایک شعر ملاحظہ ہو

ہست او خیر الرسل خیر الانام ☆ نبوت را بر و شد اختتام

(منقول از کتاب مجدد اعظم ص ۴۵۹)

ان عبارات کے علاوہ بکثرت عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی ایسی ہیں جن میں اس نے صاف اور واضح طور پر ختم نبوت کا عقیدہ ظاہر کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہا ہے۔

کیا آپ ان عبارات کی بناء پر مرزا کو ختم نبوت کا قائل اور معتقد و مقر مان لیں گے؟ جب کہ دوسرے مقامات پر اس کا دعویٰ نبوۃ اور ختم نبوت کا انکار موجود ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مرزا قادیانی نے ختم نبوۃ کے عقیدے سے انکار اور اپنے دعویٰ نبوت سے توبہ نہیں کی۔

لہٰذا اس کی یہ تمام عبارات نا قابلِ قبول ہیں جن میں وہ ختم نبوۃ کا اقرار اور حضور ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کاذب و کافر قرار دیتا ہے۔ بنا بریں آپ نانوتوی صاحب کی لاکھ عبارتیں بھی ایسی دکھائیں جن میں ختمِ زمانی کو اپنا عقیدہ قرار دیتے ہیں سب نا قابلِ قبول ہیں۔ جب تک کہ آپ اُن کی اُن عبارات سے توبہ ثابت نہ کریں جن میں انہوں نے ختم زمانی سے انکار کیا ہے۔ جس کی تفصیل التبشیر میں عرض کر چکا ہوں اور انشاءاللہ آگے چل کر بھی اس پر مزید روشنی ڈالوں گا۔

اعلیٰ حضرت پر الزام:

اس کے بعد آگے چل کر اسی صفحہ پر آپ نے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے تحذیر الناس کی عبارات کا غلط ترجمہ کیا ہے اور لفظی اور معنوی تحریف کر کے خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے۔

الزام کا جواب:

جواباً عرض ہے کہ تحذیر الناس کی تین عبارتوں میں جو قطعاً غیر اسلامی عقیدے بیان کیے گئے ہیں ان پر جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مواخذہ فرمایا اور پرستارانِ تحذیر سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰحضرت پر (تحریف) بددیانتی اور خیانت کے الزامات لگائے۔ تحذیر کے ان تینوں فقروں میں کفری مضمون تو تحذیر کے ماننے والے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس کفری مضمون کا الزام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لگانا اور تحریف لفظی ومعنوی اور خیانت وبددیانتی کو اُن کی طرف منسوب کرنا بہتان اور افتراء عظیم ہے۔

تحذیر کے تینوں فقرے مکمل ہیں

اول تو یہ کہ وہ تینوں فقرے مکمل ہیں بالفرض نامکمل بھی ہوں تو اُن کے سیاق وسباق کے ساتھ انہیں پڑھا جائے تب بھی وہی معنی نکلتے ہیں جو اعلیٰ حضرت نے بیان فرمائے ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب سیاق وسباق کے ساتھ ان تینوں فقروں کو ہم نقل کریں گے۔ ہر منصف مزاج پر واضح ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت نے ان کا مفہوم صحیح بیان فرمایا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر کے تینوں فقروں کو تقدیم وتاخیر کے ساتھ نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

تینوں فقروں کی تقدیم و تاخیر کا جواب:

اہل علم مصنفین کی عادت ہے کہ بعض اوقات مضمون کی وضاحت کے لئے تقدیم وتاخیر کے ساتھ مسلسل جملے نقل کر دیتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے متعدد مقامات پر ایسا ہی کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایمان کی کمی بیشی ثابت کرنے کے لئے انہوں نے تمام آیاتِ قرآنیہ کو متفرق مقامات سے خلافِ ترتیب مسلسل نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے بخاری شریف جلد اول ص ۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت کتاب الایمان: باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علیٰ خمس میں فرماتے ہیں قال اللّٰہ تعالیٰ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى: وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى غور کیجئے یہ تمام آیات مسلسل بغیر کسی علامتِ فصل کے نقل کی گئی ہیں۔ جس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ہی آیت قرآنی ہے اور حقیقت میں یہ ایک آیت نہیں۔ بلکہ تین آیات کے حصے ہیں اور وہ بھی متفرق مقامات سے چنانچہ پہلی آیت کا ٹکڑا نمبر ۱ "لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ" قرآنِ کریم کے چھبیسویں پارے میں سورہ فتح کی چوتھی آیت کا حصہ ہے نمبر ۲: "وَزِدْنٰهُمْ هُدًى" دوسری آیات کا حصہ ہے جو پندرہویں پارے کی سورۃ کہف کی آیت نمبر ۱۴ سے لیا گیا ہے اور اس کے بعد نمبر ۳: "وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى" تیسری آیت کا حصہ ہے جو سولہویں پارے میں سورۃ مریم کی آیت ۷۶ سے لیا گیا ہے۔ اگر یہ خیانت ہے تو امام بخاری پر بھی خیانت کا الزام لگائیے۔ (العیاذ باللّٰہ)

نانوتوی صاحب کی تاویلات باطلہ:

تحذیر الناس کے تینوں جملوں کو سیاق وسباق کے ساتھ نقل کرنے سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ وَلٰكِنْ

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے معنی میں تاویلات باطلہ کا اصل منشا کیا ہے؟ تو گزارش ہے کہ صاحب تحذیر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک اثر کو پیش نظر رکھ کر آیت کریمہ کے معنی میں غلط توجیہات کی ہیں وہ اثر حسب ذیل ہے۔

"ان اللّٰہ خلق سبع ارضین فی کل ارض ادم کادمکم و نوح کنو حکم و ابراهیم کابراهیمکم وعیسٰی کعیسٰکم ونبی کنبیکم"

اثر عبداللہ بن عباس پر کلام:

نانوتوی صاحب نے اس اثر کو صحیح مان کر ختم نبوۃ کے معنی میں غلط تاویلات کیں حالانکہ اس کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اگرچہ بعض محدثین نے اس اثر کو صحیح الاسناد کہا ہے کما فی المستدرک للحاکم وغیرہ لیکن کسی روایت کا صحیح الاسناد ہونا اس کے صحیح ہونے کو مستلزم نہیں۔ دیکھئے تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ص ۹۱ بلکہ خود مولانا عبدالحئی لکھنوی نے اپنی کتاب الرفع و التکمیل میں یہی بات کہی کہ صحیح الاسناد کے لئے صحیح ہونا ضروری نہیں اور محشی نے اس کی مثال دیتے ہوئے اسی اثر عبداللہ بن عباس کو پیش کیا۔ بعض محدثین نے اس کے کذب اور وضع کا بھی قول کیا۔ صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں۔

قال السخاوی فی المقاصد الحسنة حدیث الارضون سبع فی کل ارض من الخلق مثل مافی هذه حتی آدم کآدمکم وابراهیم کابراهیمکم هو مجهول ان صح نقله عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما علی انه اخذه عن الاسرائیلیات ای اقاویل بنی اسرائیل مما ذکر فی التورات او اخذهٗ من علمائهم ومشائخهم کما فی شرح النخبة و ذلک و امثاله اذالم یخبربه ویصح سنده الی معصوم فهو مردود علی قائله: انتهی

کلام المقاصد مع تفسیر الاسرائیلیات. روح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۲۴ تا ۲۸

اور ملا علی قاری تحریر کرتے ہیں۔

قال ابن کثیر بعد عزوه لابن جریر وهو مجهول ان صح نقله ای عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما انه اخذه عن الاسرائیلیات وذلک وامثاله اذالم یصح سنده الی معصوم فهو مردود علی قائله موضوعات کبیر ص ۱۹

اور علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

وذکر ابوحیان فی البحر نحوه عن الحبر وقال هذا حدیث لاشک فی وضعه وهو من روایة الواقدی الکذاب (روح المعانی پ۲۸ ص ۲۵ تا ۲۸)

اگر علامہ حافظ ابن کثیر کی نقل پر آپ کو بہت ناز ہے تو لیجئے اس کی حقیقت خود علامہ ابن کثیر کی تحریر سے ان کی کتاب "البدایہ و

النہایہ" میں ملاحظہ فرمالیجئے۔ علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں۔

وھکذا الاثر المروی عن ابن عباس انہ قال فی کل ارض من الخلق مثل مافی ھذہ حتّٰی ادم کادمکم وابراھیم کابراھیکم فھذا ذکرہٗ ابن جریر مختصرا و استقصاہ البیھقی فی الاسماء والصفات وھو مجھول ان صح نقلہ عنہ علی انہ اخذہ ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما من الاسرائیلیات واللّٰہ اعلم (البدایہ والنہایہ ص ۲۱ جلد ۱)

علامہ سخاوی کے حق میں بدگوئی:

علامہ سخاوی کو آپ نے معاذ اللّٰہ برا بھلا کہا ہے محض اس لئے کہ انہوں نے نانوتوی صاحب کی بیخ کنی کی ہے، مگر ہم نے ثابت کردیا ہے کہ اس بیخ کنی میں امام سخاوی تنہا نہیں۔ صاحب روح البیان، صاحب روح المعانی، امام ابوحیان، حافظ ابن کثیر سب شامل ہیں۔ پھر ان سب کے حق میں وہی الفاظ استعمال کیجئے جو امام سخاوی کے حق میں استعمال کئے ہیں۔ امام بیہقی کی تصحیح کو تحذیر الناس کے پرستاران نے اصل بنیاد قرار دیا ہے لیکن آپ نے البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جس میں انہوں نے **واستقصاہ البیھقی فی الأسماء والصفات** فرمانے کے باوجود فرمایا **وھو مجھول** اور بر تقدیر صحت **ان صح نقلہ عنہ علی انہ اخذہ ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰیٰ عنھما عن الاسرائیلیات واللّٰہ اعلم البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۱ جلد اوّل**

علامہ ابن کثیر کی اس تصریح کے بعد بیہقی کی تصحیح کی بنیاد بھی منہدم ہوگئی۔ وللّٰہ الحمد: اور ساتھ ہی صاحب تحذیر کا یہ دعویٰ بھی باطل ہوگیا کہ اثر ابن عباس حکماً مرفوع ہے اس لئے کہ وہ ایسی بات رسول اللہ ﷺ سے سنے بغیر اپنی عقل سے نہیں کہہ سکتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بغیر سنے ایسی بات عقل سے نہیں کہی جاسکتی لیکن یہ سننا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے علماء سے سننا پایۂ ثبوت تک پہنچ گیا جیسا کہ روح البیان علامہ سخاوی، ملا علی قاری، صاحب تفسیر، روح المعانی، امام ابوحیان اور ابن کثیر کے حوالہ جات ہم نقل کرچکے ہیں۔ بر تقدیر صحت نقل حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ اثر اسرائیلیات سے لیکر اس کی تائید و توثیق نہیں فرمائی نہ اس کو کسی اسلامی عقیدے کی بنیاد قرار دیا، ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ قیامت تک کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ روایت رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ نہ کوئی یہ ثابت کرسکتا ہے کہ علماء بنی اسرائیل سے یہ روایت سن کر انہوں نے اس کی تائید و توثیق فرمائی ہو۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن کا جواب انشاء اللہ قیامت تک نہیں ہوسکتا۔ ایسی صورت میں صاحب تحذیر یا کسی اور کا یہ دعویٰ کرنا کہ اثر حکماً مرفوع ہے۔ قطعاً باطل اور عبارات مذکورہ کی روشنی میں دروغ بے فروغ ہے۔

تحذیر الناس میں اثر ابن عباس کی تاویل باطل محض ہے۔

اگر بفرض محال ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ واقعی اس روایت کا حکماً مرفوع ہونا ثابت ہے تو اس کی یہ تاویل کہ چھ خاتم چھ زمینوں میں پائے جاتے ہیں باطل محض ہے اس کی صحیح تاویل وہی ہے جسے ہم فیض الباری سے التبشیر میں نقل کرچکے ہیں۔ دیکھئے فیض الباری میں

انور شاہ صاحب کشمیری اس اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت فرماتے ہیں۔

وقد ثبت عند الشرع وجود ات للشی قبل وجودہ فی ھذا العالم وحینئذ یمکن لک ان تلتزم کون الشی الواحد فی عوالم مختلفۃ بدون محذور فیض الباری جلد ۳ ص ۲۳۴

یعنی شرع سے ثابت ہے کہ اس عالم میں آنے سے پہلے عوالم مختلفہ میں ایک شئ کے متعدد وجود ہیں جو ان عوالم مختلفہ میں پائے جاتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ ایک ہی نبی کو مختلف جہانوں میں بغیر کسی محذور کے تسلیم کر لیا جائے۔

برتقدیر تسلیم اثر مذکور کی صحیح تاویل:

یعنی برتقدیر تسلیم اثر مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ تمہارے آدم و موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ان کے آدم و موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

اس صورت میں کاف تشبیہ زائدہ ہوگا جیسے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ میں بعض نحاۃ نے کاف کو زائدہ قرار دیا ہے۔

جزئی حقیقی کا تعدد:

اس مقام پر یہ شبہ کہ جزئی حقیقی کا تعدد محال ہے درست نہیں، کیونکہ یہ تعدد نہیں بلکہ قید مکان سے آزاد ہونا ہے جو ممکن اور تحت قدرت ہے اسے محال کہنا ہرگز درست نہیں۔

آیت کریمہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کا ظاہری مفہوم

علاوہ ازیں آیہ کریمہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ان کی مثل سات زمینیں پیدا کیں ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے۔

اثر عبد اللہ بن عباس کو اس آیت کریمہ کی تفسیر قرار دینا غلط ہے

اثر عبداللہ ابن عباس (جس کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے) کو اس آیت مبارکہ کی تفسیر قرار دینا خود حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی روشنی میں باطل محض ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول (سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ) کی تفسیر دریافت کی تو حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا "مایؤمنک ان اخبرتک بھا فتکفر" تفسیر ابن کثیر جلد رابع ص ۳۸۵ "یعنی اگر میں تجھے اس آیت کے معنی بتادوں تو مجھے خوف ہے کہ تو اس آیت کا انکار کر کے کافر ہو جائے۔"

اس صفحہ پر علامہ ابن کثیر نے مجاہد کی ایک روایت نقل کی کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "لو حدثتکم بتفسیرھا لکفرتم وکفرکم تکذیبکم بھا" انتھی

یعنی اگر میں اس آیت (وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ الآیۃ) کی تفسیر تمہیں بتاؤں تو تم ضرور کفر کرو گے اور وہ کفر یہ ہوگا کہ تم اس آیت کی تکذیب کرو گے۔"

انور شاہ صاحب کشمیری اس اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت فرماتے ہیں۔

وقد ثبت عند الشرع وجود ات للشی قبل وجودہ فی ھذا العالم وحینئذ یمکن لک ان تلتزم کون الشی الواحد فی عوالم مختلفۃ بدون محذور فیض الباری جلد۳ ص۲۳۴

یعنی شرع سے ثابت ہے کہ اس عالم میں آنے سے پہلے عوالم مختلفہ میں ایک شیٔ کے متعدد وجود ہیں جو ان عوالم مختلفہ میں پائے جاتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ ایک ہی نبی کو مختلف جہانوں میں بغیر کسی محذور کے تسلیم کر لیا جائے۔

برتقدیر تسلیم اثر مذکور کی صحیح تاویل:

یعنی برتقدیر تسلیم اثر مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ تمہارے آدم و موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ان کے آدم و موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

اس صورت میں کاف تشبیہ زائدہ ہوگا جیسے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ میں بعض نحاۃ نے کاف کو زائدہ قرار دیا ہے۔

جزئی حقیقی کا تعدد:

اس مقام پر یہ شبہ کہ جزئی حقیقی کا تعدد محال ہے درست نہیں، کیونکہ یہ تعدد نہیں بلکہ قید مکان سے آزاد ہونا ہے جو ممکن اور تحت قدرت ہے اسے محال کہنا ہرگز درست نہیں۔

آیت کریمہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کا ظاہری مفہوم

علاوہ ازیں آیۃ کریمہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ان کی مثل سات زمینیں پیدا کیں ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے۔

اثر عبد اللہ بن عباس کو اس آیت کریمہ کی تفسیر قرار دینا غلط ھے

اثر عبداللہ ابن عباس (جس کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے) کو اس آیت مبارکہ کی تفسیر قرار دینا خود حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی روشنی میں باطل محض ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول (سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ) کی تفسیر دریافت کی تو حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا "مایؤمنک ان اخبرتک بھا فتکفر" تفسیر ابن کثیر جلد رابع ص۳۸۵ "یعنی اگر میں تجھے اس آیت کے معنی بتادوں تو مجھے خوف ہے کہ تو اس آیت کا انکار کرکے کافر ہو جائے۔"

اس صفحہ پر علامہ ابن کثیر نے مجاہد کی ایک روایت نقل کی کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "لو حدثتکم بتفسیرھا لکفرتم وکفرکم تکذیبکم بھا" انتھی

یعنی اگر میں اس آیت (وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ الآیۃ) کی تفسیر تمہیں بتاؤں تو تم ضرور کفر کرو گے اور وہ کفر یہ ہوگا کہ تم اس آیت کی تکذیب کروں گے۔"

ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر ہی نہیں کی ورنہ لازم آئے گا کہ انہوں نے لوگوں کو کفر کرنے اور اس آیت کی تکذیب کی دعوت دی۔ العیاذ باللّٰہ

اگر کہا جائے کہ اثر مذکور کو روایت کرتے ہوئے راوی کہتا ہے کہ "عن ابن عباس فی ھذہ الایۃ" تو یاد رکھئے کہ یہ قول راوی کا ہے اس نے اپنی فہم کے مطابق فی ہذہ الآیۃ کہہ دیا۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہرگز نہیں کہا کہ یہ میرا کلام [جسے ہم اثر عبداللہ ابن عباس سے تعبیر کرتے ہیں] آیۃ کریمہ "وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ" کی تفسیر ہے کیوں کہ وہ بار بار فرما چکے ہیں کہ اگر میں آیت کی تفسیر تمہارے لئے بیان کروں تو تم اس آیت کی تکذیب کر کے کافر ہو جاؤ گے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے وہ اپنے اس اثر میں آیت مذکورہ کی تفسیر بیان کر کے مسلمانوں کے لئے کفر کرنے کا موقع فراہم کریں۔

تفسیر آیت میں خوف کفر کی وجہ:

رہا یہ امر کہ اس آیۃ کی تفسیر سن کر لوگوں کے کفر اور آیت کی تکذیب کے خوف کی وجہ کیا ہے؟ تو اس کی وضاحت علامہ سید محمود الوسی نے اسی آیت کے تحت تفسیر روح المعانی میں کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

> **وقد یلتزم الابقاء علی الظاھر وتفویض الامر الی قدرۃ اللّٰہ تعالٰی التی لا یتماساھا شی رعایۃ لاذھان العوام المقیدین بالظواھر الذین یعدون الخروج عنھا لاسیما الی مایوافق الحکمۃ الجدیدۃ ضلالاً محضاً و کفرا صرفا ورحم اللّٰہ تعالٰی امرأجب الغیبۃ عن نفسہ وقد اخرج عبد بن حمید و ابن الضریس وابن حمید من طریق مجاھد عن ابن عباس فی ھذہ الآیۃ قال لوحدثتکم بتفسیرھا لکفرتم بتکذیبکم بھا اھ بلفظہٖ** (روح المعانی پ۲۸ ص۱۲۸)

علامہ الوسی کے بیان سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کے معانی میں قدرت الٰہیہ کے ایسے اسرار دقیقہ تھے جن تک لوگوں کے ذہن کی رسائی نہ تھی کیوں کہ جو لوگ ظواہر سے مانوس ہیں اگر ان کے سامنے ایسے اسرار دقیقہ بیان کر دیئے جائیں جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہوں تو ہو سکتا ہے کہ لوگ اسے ضلالت اور کفر سمجھ کر اس کا انکار کر دیں اور اس طرح خود قرآن کی تکذیب کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو جائیں اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمادیا کہ اگر میں تمہارے سامنے اس آیۃ کی تفسیر کروں تو تم آیۃ کی تکذیب کر کے کفر میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

صاحب روح المعانی جناب نانوتوی صاحب کے ہمنوا نہیں:

صاحب روح المعانی کے متعلق آپ کو مغالطہ ہوا ہے آپ نے علامہ الوسی کو نانوتوی صاحب کا ہمنوا سمجھ لیا ہے۔ علامہ الوسی کا یہ کہنا کہ لا مانع عقلا و لا شرعا من صحتہ نانوتوی صاحب کے ردِ بلیغ پر مبنی ہے۔ علامہ موصوف روح المعانی میں اثر مذکور کے بارے میں فرماتے ہیں۔

واقول لا مانع عقلا و لا شرعا من صحته والمراد ان فی کل ارض خلقا یرجعون الی اصل واحد رجوع بنی آدم فی ارضنا الی آدم علیه السلام وفیه افراد ممتازون علی سائرهم کنوح وابراهیم وغیرهما اھ (روح المعانی پ۲۹ ص ۱۴۵)

دیکھئے علامہ موصوف بقیہ چھ زمینوں میں نانوتوی صاحب کی طرح انبیاء کا وجود تسلیم نہیں کرتے بلکہ ممتاز افراد کا وجود مانتے ہیں جو (نبوۃ میں نہیں بلکہ) ممتاز ہونے میں نوح و ابراہیم وغیرہما (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی مانند ہیں۔ نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں علامہ الوسی کی اس تاویل کا انکار کر چکے ہیں اس کے باوجود آپ کا یہ سمجھنا کہ صاحب روح المعانی بھی نانوتوی صاحب کے ہمنوا ہیں قطعاً باطل و مردود ہے۔ علامہ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں اثر مذکور نقل کیا ہے۔ اس کی تائید نہیں کی بلکہ البدایہ والنہایہ میں بر تقدیر صحت اسے از قبیل اسرائیلیات قرار دیا جیسا کہ ہم اس سے قبل حوالہ دے چکے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کس منہ سے آپ ان حضرات کو نانوتوی صاحب کا مؤید کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی یہ غلط فہمی بھی دور کردوں کہ "یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ" میں وحی نبوۃ مراد نہیں بلکہ امور تکوینیہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام اور قضاء و قدر کا جاری ہونا مراد ہے۔ دیکھئے علامہ الوسی فرماتے ہیں۔

(یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ) ای یجری امر اللّٰہ تعالٰی وقضاءہ وقدرہ عزوجل بینھن وینفذ ملکه فیھن (روح المعانی پ۲۸ ص ۱۲۸)

اب نانوتوی صاحب کی طرف آئیے اور دیکھئے کہ انہوں نے اسی اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تاویل کرتے ہوئے "تحذیر الناس" میں کیا گل فشانی فرمائی ہے۔ جس پر اعلیٰ حضرت نے مواخذات فرمائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسام الحرمین میں تحذیر کے جن تین جملوں پر مواخذہ فرمایا ہے ہم ان تینوں جملوں کو ترتیب وار سیاق و سباق کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

تحذیر کا پہلا جملہ مع سیاق و سباق:

(۱) بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہیں ہوگی کہ اس پر ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوۃ یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ اھ (تحذیر الناس ص ۲-۳)

صاحب تحذیر نے اس عبارت میں عوام کا مقابل اہل فہم سے کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے

معنی آخری نبی سمجھنے والے عوام اہل فہم نہیں۔ اب دیکھئے کہ

خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں:

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تعلیم فرمائے۔ دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قرآن مجید کے وہی معنی بیان فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم فرمائے۔ دنیا میں کوئی شخص ہے جو یہ بات ثابت کردے کہ نبی کریم ﷺ نے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے علاوہ بیان فرمائے ہوں بلکہ اس کے بغیر اس مضمون کی تمام احادیث میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہی وارد ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا "اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں خاتم النبیین ہوں یعنی آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تمام صحابہ اور سلف صالحین نے خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی سمجھے:

نبی کریم ﷺ نے یہی معنی صحابہ کرام کو تعلیم فرمائے اور صحابہ نے تابعین کرام کو علیٰ ہذا القیاس تمام محدثین، مفسرین، ائمہ مجتہدین کل علماء راسخین نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر النبیین سمجھے اور اسی پر ایمان لے آئے اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ صحابہ یا تابعین یا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے علاوہ بیان کئے ہیں تو ہم اپنی غلطی تسلیم کر کے صاحب تحذیر کی بات صحیح مان لیں گے لیکن کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخر النبیین ہیں اور قرآن کے یہ معنی متواتر ہیں۔ قرآن مجید کے معنی متواتر کو عوام اور کم فہم لوگوں کا خیال قرار دینا قرآن مجید کے معنی متواتر کا انکار ہے اور جو حکم الفاظ قرآن کے منکر کا ہے وہی حکم قرآن پاک کے معنی متواتر کے منکر کا ہے۔ صاحب تحذیر نے اس عبارت منقولہ بالا میں رسول اللہ ﷺ سے لیکر تمام صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین بلکہ کل امت محمدیہ کو معاذ اللہ عوام اور کم فہم قرار دے دیا کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ سے لیکر آج تک ساری امت کا عقیدہ یہی ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہیں۔ یاد رکھئے بنا خاتمیت صرف ختم زمانی پر ہے اور آیت کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" میں خاتم کے معنی صرف "آخری نبی" ہیں۔ لفظ خاتم النبیین کے ظاہری معنی آخر النبیین کے سوا کچھ نہیں۔ ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ آیت مبارکہ میں صرف ختم زمانی مراد ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل اجماع امت کے قطعاً خلاف ہے۔ دیکھئے، آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی شفاء قاضی عیاض کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کے لفظ خاتم النبیین کے معنیٰ صرف آخر النبیین قطعی اجماعی ہیں

لانہ اخبر ﷺ انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہٗ و اخبر عن اللّٰہ تعالٰی انہ خاتم النبیین...... و اجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ و ان مفھومہ المراد بہ دون تاویل و لا تخصیص فلاشک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا (شفاء قاضی عیاض ص ۲۸۵ ج ۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور اللہ

تعالیٰ کی طرف سے یہ خبری دی ہے کہ آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنیوالے ہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں میں محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہیں۔ پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اسکا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔ (ختم النبوۃ فی الآثار ص ۹۔۱۰)

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔"

اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔" قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون پر اجماع امت نقل کیا ہے کہ آیہ کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" کے معنی آخر النبیین بالکل اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور لفظ خاتم کے ظاہری معنی فقط آخر کے ہیں اور وہی بغیر کسی تاویل کے مراد ہیں۔ ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین پر امت کا اجماع ہے اور یہاں وہی معنی بلا تاویل و تخصیص مراد ہیں۔ اب غور فرمایئے کہ جس معنی پر اجماع امت ہوا سے عوام کا خیال قرار دینا کتنی بڑی جرأت ہے۔ یہاں لفظ وہی کلمہ حصر کا ہے حصر میں ماسوائے مذکور کی نفی ہوتی ہے لہٰذا خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہوئے اس کے علاوہ یہاں خاتم مرتبی وغیرہ کی قطعاً نفی ہوگئی۔ اس مقام پر بعض پرستاران تحذیر کا یہ کہنا کہ قاضی عیاض کے کلام میں یہ حصر اضافی ہے اور بالنسبۃ الی تاویل الملاحدہ کلمہ حصر بولا گیا ہے قطعاً غلط اور نا قابل قبول ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس کلمہ حصر کو اجماع امت کے ضمن میں نقل کر رہے ہیں خود اُن کے کلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے آیہ کریمہ "وخاتم النبیین" کے جو معنی اجماع اُمت سے نقل کئے ہیں کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اجماع اُمت کے اس قطعی معنی کے بعد حصر اضافی کی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی۔ وللہ الحمد

عبارت منقولہ بالا میں نانوتوی صاحب نے فرمایا

مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

نانوتوی صاحب کے نزدیک قرآن کے لفظ خاتم کو تاخر زمانی پر محمول کرنا غلط ہے

دراصل نانوتوی صاحب آیہ کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں لفظ خاتم کو تاخر زمانی پر محمول کرنا غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ تقدم یا تاخر زمانی میں چونکہ بالذات کچھ فضیلت نہیں اس لئے مقام مدح میں اس کا بیان فرمانا صحیح نہیں ہو سکتا۔ میں عرض کروں گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کسی فضیلت کا نہ ہونا کیا اس بات کو مستلزم ہے کہ مقام مدح میں اس کا بیان کرنا صحیح نہ ہو۔

بے شمار حدیثوں میں تقدم و تاخر زمانی مقام مدح اور فضیلت میں وارد ہے مثلاً انا اولھم خلقا و آخرھم بعثا ایک حدیث

میں وارد ہے۔ انا اول شافع وانا اول مشفع ۔ ایک حدیث میں ہے انا اول من یقرع باب الجنۃ یہ تمام احادیث مقام مدح میں وارد ہیں حالانکہ یہاں بھی تقدم یا تاخر میں بالذات فضیلت نہیں۔ بلکہ بالنسبۃ الی مضاف الیہم فضیلت ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین میں بھی بالنسبۃ الی مضاف الیہم موجود ہے۔ جس کی بناء پر خاتم النبیین کا ذکر مقام مدح میں بالکل صحیح ہے۔ ہاں جو وصف ایسا ہو کہ اس میں نہ بالذات فضیلت ہو نہ بالنسبۃ الی مضاف الیہ اور وہ وصف اصلاً فضیلت سے خالی ہو تو بیشک اسے مقام مدح میں بیان کرنا صحیح نہ ہوگا۔

جب نانوتوی صاحب کے نزدیک مقام مدح میں "خاتم النبیین" کا بیان صحیح نہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس وصف میں اصلاً کسی قسم کی فضیلت نہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "حسام الحرمین" میں نانوتوی صاحب کی اس عبارت کا صحیح خلاصہ بیان فرمادیا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک ختم زمانی میں اصلاً کوئی فضیلت نہیں۔ تحذیر الناس کی اس عبارت میں اس مقام پر بالذات کا لفظ قطعاً بے معنی اور مہمل ہے کیونکہ مقام مدح میں کسی وصف کو بیان کرنے کے لئے اس میں فضیلت بالذات کا ہونا ہرگز شرط نہیں۔ قرآن و حدیث میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ و رسالت کا بیان ان کی مدح میں وارد ہوا ہے حالانکہ نانوتوی صاحب کے نزدیک ان میں سے کسی کی نبوت و رسالت بھی بالذات نہیں۔

عبارت "تحذیر میں لفظ "بالذات" خود نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی بے معنی ہے۔

ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ مقام مدح میں بیان کرنے کے لئے کسی وصف میں بالذات فضیلت ہونا ضروری نہیں۔

اس لئے لفظ بالذات اس عبارت میں مہمل ہے۔ نانوتوی صاحب نے اس عبارت "میں کچھ فضیلت نہیں" کہہ کر اصلاً فضیلت کا انکار کردیا ورنہ لفظ "کچھ" نہ لکھتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ بالذات کو اس کے مہمل ہونے کی وجہ سے ترجمہ میں چھوڑ دیا اور لفظ "کچھ" کا مفہوم "اصلاً" کہہ کر بیان فرمادیا۔ اب سوچئے کہ اعلیٰ حضرت نے یہاں کونسی خیانت کی؟ خود نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی یہاں "لفظ بالذات" بے معنی تھا۔ اس لئے انہوں نے تحذیر الناس کی اس عبارت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے "لفظ بالذات" کو چھوڑ دیا ہے۔

دیکھئے مکتوبات قاسم المعروف قاسم العلوم مع اردو ترجمہ انوار النجوم ص ۵۵ طبع لاہور

(مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل)

"معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستاں ہمیں باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گذشتہ و باز نبی دیگر نخواہد آمد مگر میدانی کہ ایں حیثیت کہ مدحی است دراں نیز نی اھ (قاسم العلوم ص ۵۵)

(ترجمہ) خاتم النبیین کا معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہے ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ گزشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کار ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں خاتم النبیین ﷺ کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی بڑائی۔ اھ (انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم ص ۵۵)

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے فضیلت بالذات کا ذکر نہیں کیا صرف اتنا کہہ کر کلام ختم کر دیا کہ "مدعی است دراں نہ ذمی" معلوم ہوا کہ لفظ بالذات کا مہمل ہونا نانوتوی صاحب کو بھی مسلّم ہے اگر اسی کا نام خیانت ہے تو نانوتوی صاحب نے بھی تحذیر کی عبارت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے خیانت کا ارتکاب کیا۔ "فما جوابکم فھو جوابنا"

اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمة الله علیه نے کوئی خیانت نہیں کی

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نانوتوی صاحب کے کلام کا خلاصہ بیان فرمانے میں قطعاً کسی خیانت سے کام نہیں لیا بلکہ نانوتوی صاحب نے دین میں خیانت کی مقام مدح میں کسی وصف کے ذکر کیے جانے کو اس میں "بالذات فضیلت" کی قید لگا دی اور یہ نہ سمجھا کہ بکثرت نصوص شرعیہ آیات و احادیث میں ایسے اوصاف کو مدح میں بیان فرمایا گیا ہے جن میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالنسبۃ الی مضاف الیہ فضیلت ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی قرآن و حدیث کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کس موڈ میں نانوتوی صاحب نے بالذات کی قید لگائی تھی جسے بعد میں مہمل سمجھ کر مکتوب کی عبارت میں خود ہی اڑا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ لفظ خاتم النبیین مرکب اضافی ہے اور لفظ خاتم بمعنی آخر ہے کیوں کہ وہ النبیین کی طرف مضاف ہے۔ اس میں اضافت کی وجہ سے فضیلت اور اس کا مقام مدح میں بیان فرمانا بالکل صحیح ہے علاوہ ازیں نانوتوی صاحب نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ تکمیل دین کا تعلق تاخر زمانی سے ہے اور تکمیل دین فضیلت عظمیٰ ہے۔ اس لئے تاخر زمانی یقیناً فضیلت کا وصف ہے اور اس فضیلت کی وجہ سے مقام مدح میں اسی کا ذکر یقیناً صحیح اور درست ہے۔ رہا استدراک منہ اور استدراک کا مسئلہ تو الحمدللہ "التبشیر" میں نہایت تفصیل کے ساتھ ہم اس بحث میں نانوتوی صاحب کی غلط تاویلات کا رد کر چکے ہیں۔ جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تحذیر کی عبارت منقولہ بالا میں نانوتوی صاحب کا یہ کہنا کہ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔

یعنی آیہ کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں تاخر زمانی (حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کے معنی) اس وقت صحیح ہو سکتے ہیں جب کہ خاتم النبیین کو وصف مدح نہ کہا جائے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی نانوتوی صاحب فرماتے ہیں کہ

> مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ، حسب و نسب اور سکونت وغیرہ اوصاف جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

میں عرض کروں گا کہ نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں صاف قرار کر لیا کہ جس طرح اوصاف کو فضائل میں دخل نہیں اسی طرح تاخر زمانی یعنی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کے وصف کو بھی ثبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیونکہ تاخر زمانی کے وصف اور

اوصاف مذکورہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہم ابھی قرآن وحدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ تاخر زمانی میں بالنسبۃ الی المضاف یقیناً فضیلت ہے اس لئے مقام مدح میں خاتم النبیین فرمایا گیا۔

نانوتوی صاحب کی ایک اور شدید غلطی

نانوتوی صاحب نے اسی عبارت منقولہ بالا میں ایک اور شدید غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

وہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے قد وقامت، شکل ورنگ وحسب ونسب اور سکونت وغیرہ کو بھی فضائل سے خارج کر دیا حالانکہ محدثین کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کی نسب کے اعتبار سے ان تمام اوصاف مقدسہ کو فضائل میں شامل کیا ہے۔

محدثین کرام نے حضور ﷺ کے ان تمام اوصاف جمیلہ مذکورہ کو ابواب المناقب میں ذکر فرمایا۔ ملاحظہ فرمایئے۔ بخاری شریف و مسلم شریف، جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳، ج ۲، شفا قاضی عیاض، مواہب اللدنیہ وزرقانی وغیرہ۔

یہ بات کس قدر بدیہی اور ظاہر وباہر ہے کہ یہ تمام اوصاف مذکورہ مقدسہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محاسن جمیلہ فضائل و محامد ہیں وہ کونسا مسلمان ہے جو سرکار دو عالم ﷺ کے ان اوصاف مبارکہ کو حضور کے فضائل میں تسلیم نہ کرے خصوصاً حسب ونسب کا فضائل میں ہونا تو خود حضور ﷺ کے ارشادات سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمایئے احادیث جامع ترمذی وغیرہ۔

تعجب ہے کہ نانوتوی صاحب جو تحذیر الناس میں فضیلت نبوی کو دوبالا ثابت کرنے کے مدعی ہیں ان اوصاف مقدسہ کو فضائل نبوی سے خارج قرار دے رہے ہیں جو حضور ﷺ کے کمال حسن وجمال پر دال ہیں۔ ان سب اوصاف سے تو خود ذات مقدسہ نبویہ متصف ہے امت مسلمہ کا مسلک تو یہ ہے کہ لباسِ بشریت اور نعلین مقدسین میں بھی ایسی فضیلت پائی جاتی ہے کہ مسلمان ہر قیمت پر ان کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے دل میں آرزو اور تمنا رکھتا ہے۔ اسی صفحہ پر خاتمیت باعتبار تاخر زمانی کی نفی پر کلام کرتے ہوئے نانوتوی صاحب ارقام فرماتے ہیں۔

سد باب اتباع مدعیان نبوت

”باقی یہ احتمال کہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ نہ کریں البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔ جملہ ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ“ اور جملہ ”وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ“ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکورہ منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔“ (اھ بلفظہ تحذیر الناس ص ۳) جواباً عرض ہے کہ آیہ کریمہ میں ہر دو جملوں کی مناسبت کی بناء پر صحت عطف اور استدراک پر نہایت تفصیل کے ساتھ ہم ”التبشیر“ میں کلام کر چکے ہیں اور نانوتوی صاحب کی غلطی کا ازالہ عبارات مفسرین کی روشنی میں بہت اچھی طرح کر دیا گیا ہے جسے

شوق ہو وہ "تحذیر" کا یہ مقام غور سے پڑھ لے۔ انشاء اللہ اس پر واضح ہو جائے گا کہ نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کی نفی میں اس مقام پر جو رکیک شبہات پیدا کئے ہیں اور خدا کے کلام معجز نظام میں معاذ اللہ بے ربطی اور بے ارتباطی کا الزام لگایا ہے اجلہ مفسرین کے ارشادات وعبارات کی روشنی میں قطعاً باطل ہے۔ سردست ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے آیۂ مبارکہ "و خاتم النبیین" میں تاخر زمانی کی نفی کر کے بنائے خاتمیت اور بات کو ٹھہرا لیا ہے۔ جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ

موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے

موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جس سے تاخر زمانی اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سدِ باب لازم آ جاتا ہے۔ اھ بلفظہٖ

یعنی حضور ﷺ موصوف بوصف نبوۃ بالذات ہیں اور حضور کے علاوہ تمام انبیاء موصوف بالعرض ہیں اور اگر حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو وہ موصوف بالعرض ہوگا اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر تمام ہو جاتا ہے اس لئے حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حضور کے لئے تاخر زمانی لازم ہوا۔

پرستارانِ تحذیر نانوتوی صاحب کی اس عبارت کو حضور ﷺ کے بعد جھوٹے مدعیانِ نبوۃ کے سد باب اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تاخر زمانی کو نانوتوی صاحب کا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے بڑے طمطراق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

اس عبارت میں نانوتوی صاحب کے عقیدہ تاخر زمانی کا دارومدار صرف اسی بات پر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ وصف نبوۃ کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور باقی جو بھی ہے وہ وصف نبوۃ کے ساتھ بالعرض موصوف ہے، موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا قصہ تمام ہو جاتا ہے اس لئے حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا ہے اس طرح جھوٹے مدعیانِ نبوۃ کی نبوۃ کا سدِ باب بھی ہوگا مگر اسی تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب نے حضور ﷺ کو وصفِ ایمانی کے ساتھ بھی موصوف بالذات اور مومنین کو موصوف بالعرض قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے تحذیر الناس میں ارقام فرماتے ہیں۔

"اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض" (تحذیر الناس ص ۱۲)

اس عبارت کا مفاد یہ ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا کیونکہ موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا قصہ تمام ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح حضور ﷺ کے بعد کوئی مومن بھی نہیں آ سکتا کیونکہ موصوف بالعرض کا قصہ تمام ہو جاتا ہے اور اگر اس کے باوجود بھی نانوتوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مومنوں کا پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں تو لامحالہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبیوں کا پیدا ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ نانوتوی کا عقیدہ تاخر زمانی اور جھوٹے مدعیان نبوۃ کے سد باب کا قول کہاں گیا؟

صرف یہی نہیں بلکہ نانوتوی صاحب نے موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا

دروازہ بھی بند کر دیا کیوں کہ وہ بھی موصوف بالعرض ہیں پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ نانوتوی صاحب تحذیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر کس منہ سے کر رہے ہیں اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا دروازہ اس لئے بند نہیں ہوا کہ وہ باوجود نبی ہونے کے شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہوں گے تو اس قول سے لازم آئے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہونے والا نبی آسکتا ہے کیونکہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وصف نبوۃ کے ساتھ موصوف بالعرض ہوگا۔ مختصر یہ کہ نانوتوی صاحب نے موصوف بالعرض کے قصہ کو موصوف بالذات پر ختم کر کے امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کا انکار کیا ہے۔

میرے اس اعتراض کا آپ سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو حدائق بخشش سے آپ نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر لکھ دیا جس کا اعتراض سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اعلیٰحضرت کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم وفہم کی ضرورت ہے۔ آپ ان کے کلام کو کیا سمجھیں گے۔ آیئے ہم آپ کو بتائیں۔

سب سے پہلے تو آپ نے یہ شرمناک خیانتِ مجرمانہ کی کہ اعلیٰحضرت کی رباعی کے صرف آخری دو مصرعے نقل کر دئے اوّل کے دونوں مصرعے جن کے بغیر مفہوم مکمل نہیں ہوتا شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے لفظ عبدالقادر کے محاسن میں متعدد رباعیاں ارقام فرمائی ہیں ایک رباعی کے دو شعروں میں پورے چار مصرعے حسب ذیل ہیں۔

بر وحدت او رابع عبدالقادر ☆ یک شاہد و دو سابع عبدالقادر
انجام وے آغاز رسالت باشد ☆ ایک گو ہم تابع عبدالقادر

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اسم مبارک "عبدالقادر" کے محاسن بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ شانِ غوثیت میں سیدی عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی یکتائی پر لفظ عبدالقادر کا چوتھا حرف (جو الف ہے) ایک شاہد ہے اور دوسرا شاہد اسی لفظ "عبدالقادر" کا ساتواں حرف ہے کہ وہ بھی الف ہے چونکہ حرف الف سے یکتائی کے معنی کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے لفظ عبدالقادر کے چوتھے اور ساتویں حرف الف کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سیدی عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی شان یکتائی پر دو شاہد کے طور پر قرار دیا ہے۔ شہادت کا نصاب بھی دو کا ہے۔

اس کے بعد اس رباعی کے تیسرے مصرعے میں فرماتے ہیں "انجام وے آغار رسالت باشد" یعنی لفظ عبدالقادر کا انجام یعنی اس کا آخری حرف "را" ہے اسی لفظِ را سے لفظ رسالت کا آغاز ہوتا ہے آخری مصرعے میں فرمایا "ایک گو ہم تابع عبدالقادر" یعنی اے پیروی کرنے والے حضور غوث پاک کی (جب تو نے اس رباعی میں لفظ عبدالقادر کے محاسن کو پالیا تو) اب اگلی رباعی بھی کہو (جس میں مزید محاسن مذکور ہیں) مختصر یہ کہ اس رباعی کے چاروں مصرعوں میں لفظ "عبدالقادر" کے حروف سے سیدی عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے محاسن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کمالات ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچے جس کے بعد رسالت کا آغاز

ہوتا ہے۔

بتایئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر میں میرے اس اعتراض کا کیا جواب ہوا؟

اس مقام پر یہ کہنا کہ "اس عبارت میں نانوتوی صاحب مسئلہ ختم نبوۃ پر کلام نہیں فرمارہے بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرمارہے ہیں" نیز یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ شدید قسم کا مغالطہ ہے۔ نانوتوی صاحب کی عبارت میں کہیں حصر کا ذکر نہیں، بلکہ وہ بلا حصر ارقام فرماتے ہیں کہ "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ الخ

ہم نے ابھی اس سے قبل نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے کہ آیہ کریمہ میں لفظ خاتم صرف آخر کے معنی میں ہے اور اس لفظ کے یہی معنی تواتر سے ثابت ہیں اور اس معنی (آخر) پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے۔

ایسی صورت میں نانوتوی صاحب کا اسے عوام کا خیال قرار دینا اجماع امت اور قرآن کے معنی متواتر کا انکار نہیں تو کیا ہے؟

نانوتوی صاحب کا پہلا فقرہ اور اس کی تفصیل آپ کے سامنے ہے اس کے بعد بھی اگر آپ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خائن قرار دیں گے تو یاد رکھئے آپ اخروی مواخذہ سے نہ بچ سکیں گے۔

تحذیر الناس کا دوسرا فقرہ:

(۲) اب تحذیر الناس کا دوسرا جملہ جسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسام الحرمین" میں نقل کیا ہے اس کی پوری عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ پیش خدمت ہے۔

> "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔" اھ بلفظہ (تحذیر الناس ص ۱۴)

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خط کشیدہ عبارت کو چھوڑ کر لفظ بلکہ سے عبارت کا آخری حصہ نقل کیا ہے۔ ہم نے پہلی عبارت کو اس لئے شامل کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت پر خیانت اور تحریف کے الزام کی حقیقت واضح ہو جائے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ختم ذاتی کے لئے جب نانوتوی صاحب ختم زمانی کو لازمی مانتے ہیں تو پھر کسی اور نبی کے ہوتے ہوئے حضور ﷺ کا خاتم ہونا کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔

اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس فقرہ میں بھی کسی قسم کی تحریف یا خیانت سے کام نہیں لیا اور جو لوگ حضرت ممدوح پر یہ الزام لگاتے ہیں وہ قیامت کے دن ضرور ماخوذ ہوں گے۔

تحذی الناس کا تیسرا فقرہ:

(۳) اب تحذیر الناس کے اس تیسرے فقرے کی طرف آئیے جسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسام الحرمین" میں نقل فرمایا ہے۔ اس فقرے کو بھی ہم ماسبق کی عبارت کے ساتھ شامل کر کے نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال سامنے آجائے۔

> "ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوۃ لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی اور افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائی گی بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس ص ۳۴)

ہم اس دعویٰ کو دلائل کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ آیۂ کریمہ "و خاتم النبیین" میں لفظ خاتم کے معنی "آخر" منقول متواتر ہیں اور اس آیۂ کریمہ میں اس لفظ خاتم کے معنی "آخر" ہونے پر اجماعِ امت منعقد ہو چکا ہے اس کے بعد نانوتوی صاحب کا یہ کہنا کہ "خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوۃ" ہے تو یقیناً قرآن کے معنی متواتر اور اجماعِ امت کا انکار ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ نانوتوی صاحب نے ساری امت کے خلاف آیت قرآنیہ کے ایک من گھڑت معنی اپنی طرف سے بیان کر کے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افراد خارجی کے علاوہ افرادِ مقدرہ کو بھی تسلیم کیا ہے اور بزعم خویش سب پر حضور کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ "بلکہ اگر بالفرض حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

پرستاران تحذیر اس کے جواب میں صرف یہی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاتمیت ذاتیہ میں فرق نہیں آیا حالانکہ نانوتوی صاحب نے خاتمیت ذاتیہ کی بجائے لفظ "کچھ" استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ "حضور کے زمانے کے بعد بھی کسی نبی کے پیدا ہونے سے حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔" اھ بلفظہٖ

میں عرض کروں گا کہ اول تو نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں خاتمیت ذاتیہ کا لفظ نہیں بولا۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کو خاتمیت ذاتیہ ہی محمول کر دیا جائے تب بھی نانوتوی صاحب الزام سے بری نہیں ہو سکتے کیوں کہ وہ ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی کو لازم مانتے ہیں اگر بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو یہ لازم کہاں جائے گا اور حضور ﷺ بقول نانوتوی صاحب خاتم ذاتی ہونے کے باوجود خاتم زمانی کسطرح ہو سکیں گے؟ یقیناً ختم زمانی میں فرق آئے گا اور جو الزام اعلیٰحضرت نے نانوتوی صاحب پر قائم کیا ہے وہ برقرار رہے گا۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں لیکن میرے نزدیک خدا کے معنی یہ ہے کہ وہ جو چاہے کر سکے یہاں تک کہ اگر وہ ایک اور خدا بھی پیدا کرنا چاہے تو وہ بھی پیدا کر سکے۔ اگرچہ یقیناً کوئی دوسرا خدا پیدا نہیں کرے گا لیکن بالفرض اگر خدا کے لئے کوئی دوسرا خدا پیدا ہو جائے تو خدا کی وحدانیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

اگر یہ بات صحیح ہے تو نانوتوی صاحب کی عبارت منقولہ بالا بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ کیا پرستاران تحذیر میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ

صحیح ہے؟ اذلیس فلیس

اس کے بعد ہم آپ کے مکتوب کے بقیہ ہزلیات ومغالطات کی قلعی کھولتے ہیں۔ آپ نے حسام الحرمین کی طرف منسوب کر کے اپنے مکتوب کے ص ۲ پر ایک عبارت نقل کی ہے۔

"و القاسمیة المنسوبة الی قاسم النانوتوی" الخ

اس کے بعد مجھ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ "میں نے اس عبارت کو حذف کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ قول کذب محض ہے۔

"قاسمیہ نامی کوئی فرقہ دنیا میں موجود نہیں"

اس کا جواب یہ ہے کہ جناب قاسم نانوتوی صاحب کے ماننے والوں کو عبارت منقولہ بالا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ بے شمار پرستارانِ تحذیر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین ومحبین کو فرقہ "رضا خانیہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ رضا خانی نامی کوئی فرقہ دنیا میں موجود نہیں۔"

آپ نے اپنے مکتوب میں اسی صفحہ پر "حسام الحرمین" کے ناشر کی طرف منسوب کر کے لکھا کہ اس ناشر نے

"حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم بمعنی تقسیم کنندہ قرار دیا اور حضور ﷺ کی صفت مخصہ اور اسماء نود ونہ میں سے ایک مخصوص اسم گرامی میں شریک ٹھہرا کر حدیث پاک "انما انا قاسم و اللہ یعطی "الخ کی صریح خلاف ورزی کی ہے جو صریحاً احداث فی الدین ہے اور محدث اعظم ہو کر جناب نے کوئی احتجاج واعتراض اس پر نہیں کیا بلکہ سکوت کر کے اپنی رضامندی کا ثبوت مہیا کر دیا ہے لہٰذا احداث فی الدین کے ارتکاب یا اس پر رضامندی کی جو سزا اہلسنت کے ہاں مقرر ہے نقل کر کے اپنی ذات اور اپنے ساتھی اور پیشوا امام پر بھی عائد کر کے حق پرستی کا ثبوت عطا کریں۔" الخ

جواباً عرض ہے کہ فقیر نے "حسام الحرمین" کے ناشر کی کوئی عبارت نہیں دیکھی اس لئے مجھ پر آپ کا الزام لگانا محض بے جا ہے اگر آپ اپنے حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم بمعنی تقسیم کنندہ قرار دینا احداث فی الدین سمجھتے ہیں تو اس کے مرتکب جناب کے سب سے بڑے محدث اعظم جناب مولوی محمود الحسن صاحب شیخ الہند ہیں وہ فرماتے ہیں

اخبرنا الشیخ قاسم العلوم و الخیرات مولانا محمد قاسم النانوتوی اھ (العرف الشذی صفحہ اول)

ذرا آپ آنکھیں کھول کر دیکھئے آپ کے شیخ الہند صاحب نے حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم العلوم والخیرات کہہ کر نانوتوی صاحب کو بقول آپ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت مخصہ اور اسماء نود ونہ میں سے ایک مخصوص اسم گرامی میں شریک ٹھہرا کر حدیث پاک انما انا قاسم و اللہ یعطی الخ کی صریح خلاف ورزی کی ہے جو صریح احداث فی الدین ہے اور شیخ الہند صاحب کے اس مقولہ کو نقل کرنے والے آپ کے عظیم ترین محدث مولانا انور شاہ صاحب کشمیری ہیں۔ انہوں نے بھی اسے نقل کرنے میں تامل نہیں

فرمایا اور نہ کوئی احتجاج کیا نہ اعتراض بلکہ اسے نقل کر کے اپنی رضامندی کا ثبوت مہیا کر دیا ہے لہٰذا احداث فی الدین کے ارتکاب یا اس پر رضامندی کی جو سزا اہلسنت کے ہاں مقرر ہے نقل کر کے شیخ الہند صاحب کی ذات اور اپنے ساتھی پیشوا و امام جناب انور شاہ صاحب کشمیری پر بھی عائد کر کے حق پرستی کا ثبوت ادا کریں۔

اس کے بعد آپ نے نانوتوی صاحب کے ختم نبوۃ کو تسلیم کرنے کا الزام مجھ پر لگایا ہے حالانکہ میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ جس ختم کے وہ قائل ہیں یعنی ختم ذاتی قرآن مجید کی اس نص قطعی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ہاں تاخر زمانی کو نانوتوی صاحب نے ختم ذاتی کے لیے لازم مانا ہے لیکن تحذیر الناس کے فقرہ نمبر ۳ کی تشریح میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ نانوتوی صاحب تاخر زمانی کے لزوم کو مان کر بھی اس کے منکر ہو گئے کیونکہ انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اگر نانوتوی صاحب ختم زمانی کے قائل ہوتے تو یوں کہتے ختم ذاتی کیلئے ختم زمانی لازم ہے۔ اس لئے بعد زمانہ نبوی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو حضور کی خاتمیت میں ضرور فرق آئے گا۔

علاوہ ازیں نانوتوی صاحب دس لاکھ مرتبہ یہ کہیں کہ میں خاتمیت زمانی کا معتقد ہوں بیکار ہے تاوقتیکہ وہ آیۃ کریمہ ”وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ“ میں لفظ خاتم کے معنی آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال قرار دینے سے توبہ نہ کریں۔

رہا یہ امر کہ نانوتوی صاحب نے جدید نبی کا لفظ کہیں نہیں لکھا حالانکہ تحذیر الناس کے ص ۳۳ سے فقرہ نمبر ۳ میں ”پیدا ہو“ کے الفاظ ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ حیرت ہے پیدا ہونے والا نبی جدید نہ ہو گا تو کیا آپ اسے قدیم کہیں گے؟

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست!

آپ کی بقیہ غلط فہمیوں اور جزئیات کا مفصل جواب اسی مضمون میں سابقاً تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

قبلیت، بعدیت اور معیت تینوں لفظوں میں تقابل بدیہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا سہارا لیکر آپ معیت کو بعدیت کے منافی قرار دینا باطل فرما رہے ہیں۔

حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام انبیاء سابقین میں ہیں حضور ﷺ کی معیت میں یعنی عہدی نبوت محمدیہ میں ان کو نبوت نہیں ملی۔

جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں یعنی آپ کے عہد رسالت اور زمانہ نبوت میں کسی قسم کی نبوت دیے جانے کا قائل ہے وہ امت مسلمہ کے نزدیک کافر ہے۔

دیکھئے آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ”شرح شفاء“ سے عبارت نقل کرتے ہیں۔

فانہ لا نبی ولا رسول بعدہ ولا فی عھدہ

بے شک کوئی نبی اور رسول نہ حضور ﷺ کے بعد ہے اور نہ آپ کے عہد مبارک میں۔ (ختم النبوۃ فی الآثار ص ۲۸، ص ۱۹)

اسی طرح ص ۴۰ پر آپ کے ان ہی مفتی صاحب نے شرح شفاء سے ایک اور عبارت نقل کی و کذالک نکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا ﷺ الخ یعنی اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ جس نے کسی کی نبوۃ کا دعویٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں کیا اور صفحہ ۴۴ پر "تحفہ شرح منہاج" سے کلمات کفر نقل کرتے ہوئے ان ہی مفتی شفیع صاحب نے ارقام فرمایا

اوجوز نبوۃ احد بعد وجودہ وعیسٰی ﷺ نبی قبلہ فلا یرد (از اکفار ص ۴۴) ھ

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے کہ معیت بعدیت کے منافی ہے یاد رکھئے کہ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی سب کو اسی عقیدہ کی بنیاد پر واجب القتل قرار دیا گیا۔ آپ نے اپنے مضمون کے ص ۵ پر لکھا "لہٰذا جناب کا چھ خاتم کی رٹ لگانا غلط و باطل ہے" چھ خاتم کی رٹ ہم نے نہیں لگائی بلکہ نانوتوی صاحب نے لگائی ہے۔

نانوتوی صاحب نے اسی اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بنیاد پر۔ جس کی صحت میں علماء امت کا اختلاف ہے جسے ہم تفصیل سے بیان کرچکے ہیں۔

"تحذیر الناس" میں فرمایا

"ایسے ہی اور زمینوں کے خاتموں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح امت اُن کے کمال ہوں یا ان کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔" اھ (تحذیر الناس ص ۲۹)

پھر ص ۳۰ پر لکھتے ہیں

ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول عالم ﷺ ان سب کے خاتم ہیں۔" اھ

آگے چل کر پھر ص ۳۱ پر رقمطراز ہوتے ہیں۔

"ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع ہے" اھ (تحذیر الناس ص ۳۱)

اب تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نانوتوی صاحب نے چھ خاتموں کی رٹ لگائی اور ان کا یہ رٹ لگانا غلط و باطل اور ختم نبوۃ میں حضور ﷺ کے خصوصی وصف ہونے سے انکار کرنا اور احداث فی الدین ہے۔

آپ نے اپنے مضمون کے اسی صفحہ نمبر ۵ پر میرے ان لفظوں پر کہ "ہمارے رسول" اعتراض کرتے ہوئے نمبر ۱ کی علامت دے کر حاشیہ پر لکھا ہے نمبر ۱ قولہ ہمارے رسول الخ اس قول میں قائل یعنی جناب نے حضور ﷺ کی رسالت کو بریلیوں کے ساتھ خاص کردیا ہے جو آیت کریمہ "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا" الآیۃ وامثال ان کے خلاف ہے۔ اھ بلفظہٖ

جواباً عرض ہے کہ ہمارے رسول کا لفظ کہنے سے اگر حضور کی رسالت بریلیوں کے ساتھ خاص ہوگئی ہے تو "تحذیر الناس" میں نانوتوی صاحب نے جو بار بار صفحہ ۳۰ اور صفحہ ۳۱ پر ہمارے رسول مقبول اور ہمارے خاتم النبیین کے الفاظ تحریر کیے ہیں حضور ﷺ کی رسالت و نبوت دیوبندیوں اور قاسمیوں کے ساتھ خاص ہوجائیگی۔ (فما جوابکم فھو جوابنا) اس کے بعد اپنے مضمون کے صفحہ ۶

پر آپ نے پھر اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مفصل بحث گزر چکی ہے اور بحمدہ تعالیٰ فقیر نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ اس اثر کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے اور بر تقدیرِ صحت یہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے جسے نقل کر کے خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اُس پر کسی دینی مسئلہ یا عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی۔

آگے چل کر آپ نے خلط مبحث کرتے ہوئے اسی مضمون کے اسی صفحہ نمبر ۹ پر لکھا کہ

"اب رہا نیا راستہ نبوت بالذات و بالعرض کی تقسیم تو ایسے کئی راستے خود بریلویوں نے اختیار کیے ہوئے ہیں۔" اھ بلفظہ

بریلویوں کے کئی راستے آپ کے نزدیک بدعت اور احداث فی الدین ہیں۔ نبوت بالذات اور بالعرض کی تقسیم کو بھی آپ نے ایسا ہی راستہ قرار دے کر اسے بدعت اور احداث فی الدین ہونے کو تسلیم کر لیا۔ (وللہ الحمد)

یہ مسئلہ موضوع سے متعلق نہیں اور ان مسائل پر ہم نے تفصیل کے ساتھ دلائل اپنے دوسرے رسائل میں بیان کر دیے ہیں اور ان اعتراضات وہابیہ کے جوابات بھی صرف اس لئے دے دیے ہیں کہ عوام اہلسنت دھوکے میں نہ آئیں۔ حیرت ہے کہ آپ نے درود و سلام کو بدعت قرار دے کر عرس، میلاد، گیارہویں وغیرہ کو دلائل سے ثابت مانا ہے اور آپ ان کے جواز میں شک نہیں کر سکتے۔ ملاحظہ ہو آپ کا مضمون ص ۱۸ سطر ۱۵۔ آپ نے مضمون لکھتے وقت اتنا بھی نہ سوچا کہ فضائل، اعمال اور عقائد قطعیہ میں جو فرق ہے وہی فرق ان کے دلائل میں بھی ہے۔

عرس، میلاد وغیرہ از قبیل اعمال مستحبہ ہیں اور ختم نبوۃ کا مسئلہ عقائد قطعیہ میں سے ہے اس لئے نبوۃ کی تقسیم بالذات و بالعرض کی طرف قطعی دلائل سے ثابت کرنی چاہیے۔ حالانکہ ایک پرکاہ کے برابر بھی اس دعوے پر آپ کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔

آپ نے نبوۃ بالذات اور نبوۃ بالعرض کی تقسیم کے دعوے کی دلیل میں "تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ" الآیۃ اور آیہ میثاق "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" الآیۃ اور اس کے تحت منقول حدیث "لو کان موسیٰ حیاً" الحدیث اور "انما انا قاسم" الحدیث کو نا سمجھی یا مغالطہ دہی کی بناء پر نقل کر ڈالا ان آیات اور احادیث میں حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت کا بیان ہے۔ نبوۃ کی تقسیم کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔ قرآن و حدیث کے ایسے معنی بیان کرنا جو آج تک کسی مسلمان نے نہ کئے ہوں۔ تحریف معنوی ہے العیاذ باللہ الکریم۔ آیت کریمہ "لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ" کے معنی "نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ" کا فقیر نے ہرگز انکار نہیں کیا نہ اسے عوام کا خیال قرار دیا۔ البتہ اسی آیہ کریمہ کے تحت مفسرین کی عبارات حوالہ جات کے ساتھ نقل کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ تفریق فی النبوۃ کا قول باطل ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا کہ کسی نبی کی نبوۃ کو ایمان لانے کے قابل سمجھا اس پر ایمان لے آئے اور کسی نبی کی نبوۃ کو ایمان لانے کے لائق نہ سمجھا تو اس کے ساتھ کفر کیا۔

یہی تفریق فی النبوۃ ہے جو لاتفضیل فی النبوۃ کے ہم معنی ہے کیونکہ نفس نبوۃ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں امر مشترک ہے اس صورت میں ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار نفسِ نبوۃ میں تفضیل کے مترادف ہوگا۔ لہٰذا نفسِ نبوۃ میں تفضیل اور تفریق

میں فرق نہیں۔ بنابریں آپ کا مجھ پر الزام لگانا کہ تو نے آیت کریمہ "لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ" کے معنی متواتر کا انکار کیا محض افتراء اور بہتان ہے" آپ کی لاعلمی پر حیرت ہے کہ تفضیل فی نفس النبوۃ اور تفضیل فی ذوات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق نہیں کر سکتے۔ آپ نے جس قدر آیات اور ان کی تشریحات متعلقہ عبارات اپنے مضمون میں لکھی ہیں سب کا مفاد تفضیل فی ذوات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ نفس نبوۃ میں تفضیل کا قول نہ قرآن میں ہے نہ کسی حدیث میں، نہ آج تک امت مسلمہ میں کسی عالم دین نے یہ قول کیا۔

اگر آپ سچے ہیں تو نفس نبوۃ میں تفضیل ثابت کیجئے، ان شاء اللہ قیامت تک آپ ثابت نہ کر سکیں گے۔ جن آیات و احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام کمالات علمی و عملی اور ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی دنیوی و اخروی سے متصف ہیں اور کمالات کے آپ جامع ہیں اور آپ کی ذات مقدسہ ساری کائنات کل موجودات حتیٰ کہ جمیع انبیاء و رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہے۔

آیت میثاق میں بھی حضور ﷺ کی اس فضیلت کو بیان کیا گیا ہے آپ کا یہ سمجھنا کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے اور حضور ﷺ کی نصرت کا عہد اس لئے لیا گیا کہ حضور ﷺ کی نبوۃ بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بالعرض ہے۔ قطعاً باطل محض ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کے دین متین کی نصرت کے عہد لینے کی حکمت یہ تھی کہ ہر نبی کی امت اپنے نبی کے تابع ہوتی ہے اور نبی اپنی امت کا متبوع ہوتا ہے چونکہ متبوع کے عہد میں اس کے تابعین شامل ہیں لہٰذا جس نبی کے بھی ماننے والے حضور ﷺ کے زمانے میں موجود ہوں ان سب پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ضرور ضرور ایمان لائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین متین کی ضرور ضرور نصرت کریں اس معنی کا نبوۃ بالذات اور بالعرض سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ البتہ حضور ﷺ کی کمال فضیلت ضرور اس سے ثابت ہوتی ہے جو ہمارا ایمان ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ فرض کیا جانا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت بالذات کی دلیل ہے تو میں عرض کروں گا کہ ہمارے آقائے نامدار حضرت نبی کریم ﷺ پر بھی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا فرض ہے بلکہ ہر نبی پر فرض ہے کہ وہ خدا کے ہر نبی پر ایمان لائے اور نبوۃ کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کرنے کی یہی دلیل ہے تو ہر نبی کی نبوۃ بالذات بھی ہوگی اور بالعرض بھی اور یہی قول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ کے بارے میں کرنا پڑے گا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا "وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ" (سورۃ احزاب)

روح المعانی میں اس کے تحت فرمایا

وفی روایۃ اخری عن قتادۃ اخذ اللہ میثاقھم بتصدیق بعضھم بعضا، والاعلان بان محمدا رسول

اللہ و اعلان رسول اللہ ﷺ ان لا نبی بعدہ (روح المعانی پارہ ۲۱ ص ۱۵۴)

دیکھئے اس عہد میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں۔ یعنی حضور ﷺ سے بھی دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کا میثاق لیا گیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ بھی ہر نبی پر ایمان لائے اور کل مومنین کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی پر ایمان لائے یہود و نصاریٰ کی طرح انہوں نے تفریق نہیں کی کہ کسی نبی پر ایمان لائے اور کسی پر ایمان نہ لائے۔

ثابت ہوا کہ آیت میثاق سے نبوۃ بالذات اور بالعرض کی تقسیم ہرگز ثابت نہیں ہوتی میں اس تقسیم کو قطعاً باطل سمجھتا ہوں۔ صاحب تحذیر کا رد کرتے ہوئے اگر کہیں میں نے بالذات اور بالعرض کا لفظ لکھا ہے تو آپ یہ سمجھیں کہ میں نے اسے تسلیم کر لیا ہے آپ کی اس سمجھ پر یہی کہنا پڑتا ہے

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

آپ کے سب سے بڑے محدث انور شاہ صاحب کشمیری بالذات اور بالعرض کے متعلق فرماتے ہیں کہ وارادہ مابالذات و مابالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن حکیم و محاورعرب و نہ نظم رائج کو نا ایماں و دلالت بر آں پس اضافہ استفادہ نبوۃ زیادہ است بر قرآن محض اتباع ہواء (رسالہ خاتم النبیین تالیف مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری ص ۷۳)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مابالذات اور مابالعرض فلسفے کا عرف ہے۔ قرآن حکیم اور محاورات عرب سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ الفاظ قرآن میں اس کی طرف کوئی اشارہ پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس پر کوئی دلالت موجود نہیں۔ پس مراد قرآنی پر استفادہ نبوۃ کا اضافہ کرنا قرآن پر زیادتی ہے اور خالصتاً خواہش نفسانی کی اتباع ہے۔

آپ کے کشمیری صاحب نے نانوتوی صاحب کے سب کارنامے پر پانی پھیر دیا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں بالجملہ تعبیر با خاتمیت از کمالات عرف قرآن اصلاً نیست عرف قرآن دریں باب یعنی در مفاضلہ مانند آیت

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْہُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَہُمْ دَرَجٰتٍ و مانند ایں طریق مستقیم است (انتہیٰ۔ خاتم النبیین ص ۶۸)

کشمیری صاحب نے اس عبارت میں اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ ختم کمالات کو خاتمیت سے تعبیر کرنا عرف قرآن کے قطعاً خلاف ہے قرآن کا عرف اس باب میں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک دوسرے سے افضل ہونے میں آیت کریمہ "تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ" ہے۔ اس عبارت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ آیت کریمہ "تِلْکَ الرُّسُلُ" الآیۃ میں

تفاضل مراد ہے۔ یعنی بعض انبیاء کی ذواتِ قدسیہ کا بعض انبیاء سے افضل ہونا مراد ہے۔ نفس نبوۃ میں تفضیل مراد نہیں "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ" سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ مراد ہے جن کے درجات کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ بلند فرمایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین تو آخری النبیین ہی کے معنی میں ہے اس آیت خاتم النبیین میں خاتم کمالات ہرگز مراد نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا مراد ہے۔

البتہ صاحب کمالات اور موصوف برفع درجات ہونا قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے ثابت ہے جن میں ایک آیت "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" الآیۃ بھی ہے اور اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جامع کمالات ہونا قرآن کریم و احادیث کی بے شمار نصوص سے ثابت ہے لیکن قرآن حکیم میں لفظ خاتم النبیین سے مراد صرف آخر النبیین ہے لاغیر کیا ضروری ہے ایک ہی لفظ سے شرع کے تمام احکام و مسائل ثابت ہو جائیں۔ "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" کے الفاظ سے ادائے صلوٰۃ کے ساتھ ایتاء زکوٰۃ، صوم رمضان، حج بیت اللہ و دیگر احکام و مسائل شرعیہ کو ثابت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" سے صرف نظام صلوٰۃ کا برپا کرنا مراد ہے، بقیہ احکام و مسائل کے لئے دیگر آیات و احادیث نصوص شرعیہ موجود ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن مجید کے ایک لفظ خاتم سے حضور ﷺ کے تمام کمالات کو ثابت ماننے کے لئے اجماع امت کا خرق اور معنی منقول متواتر کا انکار کرنا صاحب تحذیر نے کیوں ضروری سمجھا۔ کیا رسول اللہ ﷺ کے جامع کمالات ہونے کے لئے انہیں یہی ایک لفظ خاتم نظر آیا ہے۔ جس کے قطعی معنی صرف آخر ہونے کے ہیں۔ وہ بے شمار آیات و احادیث جن سے حضور ﷺ کا رحمۃ للعالمین سید المرسلین و الآخرین ہونا ثابت ہے نانوتوی صاحب کو نظر نہیں آئیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

نانوتوی صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تحذیر میں صاف کہدیا ہے کہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر ص ۳۳)

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو معدومین کا بھی خاتم قرار دیا ہے اس کے متعلق انور شاہ صاحب کشمیری اپنے رسالہ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ

> "ہشتم ایں کہ مدلول کلمہ ختم این است کہ حکم و تعلق خاتم بر ماقبل وے جاری شود و زیر سیادت و قیادت وے باشند مانند بادشاہ کہ قائد موجودین باشد نہ معدومین و ظہور سیادت و آغاز عمل وے بعد اجتماع باشد نہ قبل آں گویا انتظار قومے بعد اجتماع بسوئے کسے اظہار توقف بروے است بر خلاف عکس ایں کہ محض معنوی و ذہنی است ولہذا عاقب و حاشر و مقفّی ہمہ در اسمائے گرامی آمدہ اند نہ بر لحاظ ما بعد اھ" (رسالہ خاتم النبیین ص ۷۲)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ختم اور خاتم کا حکم اور تعلق ہمیشہ اس کے ماقبل پر حاوی ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے ہوں وہ انہیں کا خاتم قرار پائے گا خاتم کا مفہوم یہ ہے کہ وہ موجودین کا قائم ہو نہ معدومین کا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی میں عاقب، حاشر اور مقفّٰی آئے ہیں اور حضور کا عاقب ہونا بلحاظ ماقبل ہے مابعد کے لحاظ سے نہیں۔ اس عبارت میں کشمیری صاحب نے نانوتوی صاحب کا ردِ بلیغ فرمادیا۔ توضیح مزید کے لئے کشمیری صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

لکھتے ہیں: "پس چوں حق تعالیٰ یکبار نص فرمود کہ

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

پس شیوۂ ایمان این است کہ ہمگی تعلل وتحیل را گذاشتہ آنحضرت ﷺ را خاتم ہمہ نبیین یقین کنیم وباین ایمان آوریم کہ در ہمیں عقیدہ ایں آیت آمدہ، وچوں حضرت حق در ہیچ جا تقسیم وتقیید نہ فرمود مارا حق نیست کہ بہ شبہات زیغ والحاد از عموم واطلاقِ آیت بدر رویم کہ مقابلۂ نص با قیاس اول ابلیس کردہ، پس اجماع بلا فصل بریں عقیدہ منعقدہ شد، واز عصر نبوۃ تا ایں وقت ہمیں استمرار واستقرار ماند پس ایں عقیدہ قطعی الثبوت، وایں آیت در اثبات قطعی الدلالۃ ماند اھ بلفظہٖ (خاتم النبیین ص ۱۰۰، ۱۰۱)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بطور نص قرآن مجید میں فرمادیا "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے حیلہ وحجت کو چھوڑ کر ہمیں آنحضرت ﷺ کو سب نبیوں کا خاتم یقین کرنا چاہیے اور ہمیں اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اسی عقیدہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم کجروی کے شبہات اور الحاد میں مبتلا ہو کر آیت کے عموم و اطلاق سے باہر چلے جائیں کیونکہ نص کے مقابلہ میں سب سے پہلے قیاس کرنے والا شیطان ہے پھر یہ کہ اس عقیدہ پر بلا فصل اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور عہد نبوت سے لیکر اس وقت تک ساری امت اسی عقیدہ پر مستمر اور برقرار رہی پس یہ عقیدہ قطعی الثبوت ہے اور یہ آیت اس کے اثبات میں قطعی الدلالۃ ہے۔

نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں خاتم کا مضاف الیہ لفظ النبیین کو تسلیم نہیں کیا بلکہ "النبیین" کی بجائے انہوں نے وصف نبوۃ کو مضاف الیہ قرار دیا گویا ان کے نزدیک "النبیین" کی جماعت وصف نبوۃ ہے۔ کشمیری صاحب نے واضح طور پر لکھدیا کہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے آقائے نامدار ﷺ کو تمام نبیین کا خاتم یقین کریں اور اس بات پر بھی ایمان لائیں کہ آیت "خاتم النبیین" اسی عقیدہ میں نازل ہوئی ہے ہمیں اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ غلط قسم کے شبہات اور الحاد کی بناء پر آیت کریمہ میں النبیین کے عموم واطلاق سے باہر جائیں۔ پھر ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اسی عقیدہ پر بلا فصل اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ساری امت اسی عقیدہ پر قائم و مستمر ہے لہٰذا یہی عقیدہ قطعی الثبوت ہے اور یہ آیۃ عقیدہ ختم نبوۃ پر قطعی الدلالۃ ہے آیۂ کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں مختلف قسم کے حیلے بہانے تلاش کر کے غلط تاویلیں کرنے میں پرستارانِ تحذیر اور مرزائی

برابر کے شریک ہیں۔ صاحب تحذیر نے لفظِ خاتم میں غلط تاویلیں کیں اور ساتھ ہی "النبیین" کو مضاف الیہ ماننے سے انکار کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ "النبیین" کو وصف نبوۃ کے ساتھ بالعرض موصوف مان کر ان کی شان میں منقصت کا ارتکاب کیا بایں طور کہ ان کی نبوۃ کو ظلی اور عکسی قرار دیا۔ مرزائی حضور ﷺ کے بعد ظلی نبوت کے قائل ہوئے اور صاحب تحذیر نے آدم ؑ سے لیکر عیسیٰ ؑ تک ہر نبی کی نبوۃ کو ظلی و عکسی قرار دیدیا۔

ملاحظہ فرمائیے "تحذیر الناس" نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔

"غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں۔" (تحذیر الناس ص ۲۸)

انشاءاللہ تعالیٰ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ کو ظلی اور عکسی قرار دینا اور انہیں وصف نبوۃ سے بالعرض موصوف ماننا در اصل ان کی نبوت کا انکار کرنا ہے۔ اس حقیقت کو ہم بارہا واضح کر چکے ہیں کہ تمام کائنات کو جو فیض ملا وہ حضور ﷺ ہی کے طفیل ملا ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبوت بھی حضور ہی کے وسیلے سے ملی لیکن اس کے باوجود ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنے وصف نبوۃ میں کامل ہے اور ہر نبی کی نبوۃ محض عرضی اور مجازی نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً نبی ہیں اور ہر نبی کا وصفِ نبوت حقیقی ہے ورنہ ایسی صورت میں حضور ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام درحقیقت نبی نہ رہیں گے بلکہ سب کی نبوۃ مجازی ہو جائیگی۔

راکب سفینہ کی حرکت کی طرح کسی نبی کی نبوۃ کو محض عرضی و مجازی قرار دینا ہم قرآن و حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مولوی حسین احمد صاحب مدنی نے کہا ہے۔

"کشتی کو حرکت اولاً عارض ہوتی ہے اور اُس کے ذریعہ بیٹھنے والے کو حصہ پہنچتا ہے بس سلسلہ حرکت کشتی پر ختم ہو جاتا ہے اس صورت میں کشتی کو موصوف بالحرکت اولاً و بالذات کہیں گے اور جانشین کشتی کو ثانیاً و بالعرض" ۱ ھ دیکھئے الشہاب الثاقب ص ۷۷

میں عرض کروں گا کہ کشتی کی حرکت حقیقۃً و بالذات ہے اور کشتی میں بیٹھے ہوئے کو حقیقۃً حرکت نہیں اس کی طرف حرکت کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے۔

مولانا ابو الحسنات عبدالحی لکھنوی کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم علیہ الرحمۃ ملا حسن شرح سلم العلوم کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

ان الواسطة فی العروض عبارة عن ان یکون الواسطة متصفة حقیقة و ذو الواسطة یوصف مجازاً کالسفینة فان التحرک لها حقیقة ولجالسها مجازاً ھ (حاشیہ ملا حسن ص ۵۱)

اس مقام پر یہ شبہ پیدا کرنا کہ اگر جالسِ سفینہ متصف بالحرکت نہیں تو اس کے محاذات کیسے بدلے اور وہ مغرب سے مشرق کس طرح پہنچا تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ وہ بہ تبعیت سفینہ مغرب سے مشرق پہنچا اور تبعیت سفینہ کی وجہ سے اس کے محاذات بدلے۔ جالس

سفینہ بہ تبعیت سفینہ مجازاً وصف حرکت سے متصف ہے حقیقۃً نہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ایک بچے کو گود میں اٹھا کر چلتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتا ہے ظاہر ہے کہ چلنے والا، گود میں اٹھائے ہوئے بچے کے لئے واسطہ فی العروض ہے اور بچہ ذوالواسطہ ہے لیکن اس کے باوجود چلنے کی صفت اس بچے کے لئے حقیقی نہیں بلکہ محض مجازی ہے وہ بچہ واسطہ فی العروض کے تابع ہونے کی وجہ سے مغرب سے شرق پہنچا اور اس کے محاذات بدلے۔

وصف مشی یعنی چلنے کی صفت اس بچے کے لئے حقیقۃً ثابت نہیں محض بطور مجاز ہے۔

خلاصہ یہ کہ نانوتوی صاحب کا رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ کو تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے حق میں واسطہ فی العروض قرار دینا دراصل تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے وصف نبوۃ سے حقیقۃً متصف ہونے کا انکار ہے اور سب کی نبوۃ کو مجازی قرار دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجازی نبوت کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لہٰذا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوۃ نانوتوی صاحب کے نزدیک محض بے حقیقت قرار پائی۔ **العیاذ باللّٰہ الکریم**

نیز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ و دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق قرآن مجید کی متعدد آیات کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

نبوۃ کی حقیقت وحی نبوۃ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح نوح ؑ اور ان کے بعد تمام نبیوں کی طرف وحی نبوت فرمائی بالکل اسی طرح ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی طرف بھی وحی نبوت فرمائی۔

جب کہ ہر نبی کی وحی نبوت یکساں ہے تو ایسی صورت میں حضور ﷺ کی نبوۃ کو وصف ذاتی اور باقی سب نبیوں کی نبوۃ کو عرضی کہنا قرآن کے قطعاً خلاف ہے۔

اسی لئے حضور ﷺ کے متعلق فرمایا

"قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" اے حبیب پاک آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی نرالا اور انوکھا نبی نہیں ہوں (جس کی مثال پہلے نہ پائی جاتی ہو۔) ان کے علاوہ اور بکثرت آیات سے واضح ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوۃ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حقیقی نبوۃ عطا فرمائی اگرچہ یہ عطا حضور ﷺ ہی کے طفیل ہوئی لیکن یہ کہنا قطعاً غلط ہوگا کہ حضور ﷺ نے کسی کو نبوۃ عطا فرمائی۔

نبوۃ ورسالت عطا کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

ثابت ہوا کہ اعطائے رسالت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

سورہ انعام آیت نمبر ۸۹ یعنی یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوۃ عطا فرمائی۔

ایک اور جگہ فرمایا

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

یعنی بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوۃ عطا فرمائی

ان تمام آیات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اعطائے نبوۃ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اس کے باوجود اپنے مضمون کے ص ۱۹ پر آپ نے لکھا کہ

"نبوۃ بھی انہیں حضور کے دستِ مبارک سے عطا ہوئی۔"

اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ میں رسول اللہ ﷺ کو شریک ٹھہرانا شرک نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ بات ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ہی کے وسیلے سے ملتی ہے اور یقیناً نبوت و رسالت بھی انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور ہی کے طفیل ملی مگر اس بناء پر حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ و رسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوت و رسالت قرار دینا قرآنِ مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا انکار صریح ہے۔

جب لفظ خاتم کے حقیقی اور لغوی معنی ہی "آخر" ہیں تو ایسی صورت میں نانوتوی صاحب کا اطلاق یا عوام کا قول باطل محض ہے اور آیہ کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" کا حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہونے کا صاف انکار ہے۔ دلالۃ النص یا اشارۃ النص کے طور پر حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر بے شمار آیات قرآنیہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے لیکن حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر بھی ایک آیت قرآنیہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" عبارت النص ہے۔ جس کا نانوتوی صاحب نے نہایت بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ انکار کر کے اسے اثر عبداللہ ابن عباس پر قربان کر دیا۔ جس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے اور بالفرض اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو وہ ظنی ہے اور کسی دلیل ظنی سے عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔ میری بات اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آتی تو اپنے گنگوہی صاحب سے سمجھ لیجئے وہ فرماتے ہیں۔

"خوب سمجھ لو کہ باب عقائد میں محض نص قطعی واجب ہے احاد و ظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔ اھ (براہین قاطعہ ص ۱۶۸)

اثر عبداللہ بن عباس کو خود نانوتوی صاحب ظنی مان رہے ہیں ملاحظہ فرمایئے تحذیر الناس ص ۲۴ پر لفظ خاتم مرتبی ہونے کے متعلق رقمطراز ہیں۔

"ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں اور نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں چونکہ اس قسم کے استنباط امت کے حق میں مفید یقین نہیں ہو سکتے احتمال خطا باقی رہتا ہے البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو پھر تکلیف مذکور اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں پہنچیں یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث متواتر میں البتہ عبداللہ بن عباس سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تواتر تک نہیں پہنچا نہ اس کے مضمون پر اجماع امت منعقد ہوا" ا ھ

تحذیر ص ۲۲

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے وہ ساری عمارت منہدم کر کے رکھدی جسے تحذیر الناس میں پاپڑ بیل کر تیار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے خاتم کے معنی خاتم مرتبی اور نبوۃ کی تقسیم بالذات اور بالعرض اور لفظ خاتم میں عموم و اطلاق سب تاویلات میں احتمال خطا تسلیم کر لیا اور اس حقیقت کو مان لیا کہ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا متواتر ہونا تو درکنار اس کے مضمون پر بھی اجماع امت منعقد نہیں ہوا لہٰذا اس سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا اور آخر میں اس حقیقت کو بھی تسلیم کر گئے کہ آیت کریمہ "وخاتم النبیین" کے جو معنی میں نے بیان کئے ہیں مجھ سے پہلے لوگوں کا اس کی طرف ذہن تک منتقل نہیں ہوا۔ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں۔

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بہ غلط بر ہدف نہد تیرے

ملخصاً تحذیر الناس ص ۲۵

مگر افسوس کہ ان کے تیر کا ہدف پر لگنا ہی محتمل خطا ہوگا۔

ایک واھی اعتراض کا جواب:

آیہ کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" الآیۃ میں لفظ "لکن" کے استدراک کی بحث میں آپ نے مجھ پر کلام الٰہی میں وہم پیدا کرنے کا الزام لگایا اور "لاریب فیہ" الفاظ قرآنیہ کو میرے خلاف بطور حجت نقل کیا ہے۔ آپ کی لاعلمی پر سخت افسوس ہے۔ معاذ اللہ! کلام الٰہی میں وہم و شبہ کا تصور بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا یہاں تو لفظ "لکن" کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ کلمہ استدراک کے لئے ہے یعنی "لکن" سے پہلے کلام میں جو وہم کسی کو ہو سکتا ہے اس کا ازالہ کرنے کے لئے کلمہ "لکن" ذکر کیا جاتا ہے آپ نے اس وہم کو میری طرف منسوب کر دیا۔ آپ کا وہم ہے۔

تمام مفسرین نے اس مقام پر استدراک کی توجیہہ میں لفظ "یتوھم" لکھا ہے۔ بطور مثال ملاحظہ فرمایئے تفسیر روح المعانی پ۲۲ ص ۳۰

شاید روح المعانی کی عبارت سے آپ کا وہم دور ہو جائے مگر یہ لاعلاج مرض ہے اس سے نجات حاصل ہونا آسان نہیں۔

نسخ الکتاب بالسنہ:

آپ نے اپنے مضمون میں مجھ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ میں نے صاحب درمختار و صاحب مجمع الانہر و ملتقی الابحر کے اس قاعدہ پر اعتراض نہیں کی کہ وہ نسخ الکتاب من السنۃ القطعیہ کے قائل ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی علم و فن سے واقف نہیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نسخ الکتاب بالسنہ کا قول امام مالک، اصحاب امام ابی حنیفہ اور جمہور متکلمین اشاعرہ نے کیا ہے اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ کتب تفاسیر اور تقریباً تمام کتب اصول فقہ میں مذکور ہے۔ نسخ الکتاب بالسنہ کو صاحب روح المعانی نے مذہب منصور قرار دیا۔ دیکھئے تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۳۱۷۔

صاحب ملتقی الابحر الامام ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور الامام عبد الرحمٰن بن الشیخ محمد بن سلیمان صاحب مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر متوفی ۱۰۷۸ھ اور علامہ محمد علاؤ الدین حصکفی صاحب الدر المختار متوفی ۱۰۸۸ھ یہ تینوں حضرات جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے بہت متاخر ہیں نسخ الکتاب بالسنۃ کا قول تو تفسیر احکام القرآن للجصاص متوفی ۳۷۰ھ نے بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر احکام القرآن للجصاص جلد اول ص ۶۷۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ امام مالک، اصحاب ابی حنیفہ، جمہور متکلمین اشاعرہ صاحب روح المعانی، الامام حجۃ الاسلام ابو بکر احمد بن علی الرازی صاحب تفسیر احکام القرآن للجصاص کیا سب ہی مورد طعن اور معاذ اللہ گمراہ ہیں۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

قیل اور قالوا مطلقاً تمریض کیلئے نہیں:

اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آپ نے تفصیل روح البیان سے میری منقولہ عبارت میں لفظ "قالوا" کو تضعیف کے لئے قرار دیا اور اس دعوے کی دلیل میں کبیری کے حوالہ سے نقل کر دیا کہ انہوں نے قاضی خاں کے کلام میں لفظ قالوا کو تضعیف کے لئے کہا ہے آپ کی لاعلمی پر افسوس بھی ہوتا ہے اور تعجب بھی۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ "قالوا" کو مختلف فیہ مسئلہ کے ضمن میں تضعیف کے لئے استعمال کرنا صرف ائمہ فقہا کی اصطلاح ہے۔ صاحب کبیری نے بھی اسے ائمہ فقہا کی عبارات میں متعارف کہا نہ کہ ہر علم و فن کے علماء کی عبارات میں۔ میں نے فقہ کی کسی کتاب کی عبارت نقل نہیں کی بلکہ تفسیر کی عبارت نقل کی ہے۔

اور فقہاء کے علاوہ کسی فن کے علماء کے نزدیک لفظ "قالوا" تضعیف کے لئے متعارف ہونا ثابت نہیں "هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" ہر فن کے علماء کی اصطلاحات مختلف ہوتی ہیں۔ لکل ان یصطلح بماشاء

لہٰذا آپ کا یہ اعتراض بے معنی ہے۔

"لا تفضیل فی النبوۃ" کے متعلقہ مسئلہ میں میری بعض منقولہ عبارات میں لفظ قیل پر بھی آپ نے یہی تضعیف و تمریض کا

ایک اعتراض کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قیل ہو یا قالوا مطلقاً تمریض وتضعیف کے صیغے نہیں ان دونوں صیغوں کا تمریض کے لئے مستعمل ہونا اس وقت ہے جبکہ کسی اختلافی مسئلہ کو ان صیغوں سے بیان کیا جائے جیسا کہ لفظ قالوا سے قاضی خاں نے مختلف فیہ مسئلہ کو بیان کیا ہے بالکل اسی طرح لفظ "قیل" ہے کہ وہ بھی تمریض کے لئے اسی وقت ہوگا جب کہ کسی اختلافی مسئلے کے ضمن میں مستعمل ہو۔ جیسا کہ در مختار میں ہے

"تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر والله اعلم" اھ

اس کے خلاف شامی نے اسی مسئلہ تحت لکھا

"وفی الحجة ذکر فی الملتقط انه لا یکفر"

دیکھئے شامی جلد دوم ص ۳۰۰ بهامشه الدر المختار

اسی اختلافی مسئلہ کو قاضی خاں نے "قیل" کی بجائے لفظ "قالوا" کے ساتھ ذکر کیا۔

شامی کی عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ در مختار کا "قیل" اور قاضی خاں کا "قالوا" دونوں تضعیف کے لئے ہیں کیونکہ اختلافی مسئلہ کے ضمن میں مستعمل ہوئے ہیں۔ متفق مسئلہ "قیل" یا "قالوا" کے ساتھ بطور تمریض ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ جہاں اتفاق ہو وہاں ضعف کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔

اب غور فرمائیے کہ آپ نے "لا تفضیل فی النبوة" کے اتفاقی مسئلہ میں لفظ قیل کو تضعیف وتمریض کے لئے قرار دے دیا۔

ہم تفصیلاً بیان کر چکے ہیں کہ ذوات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں تفضیل ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے مگر نفس نبوۃ میں تفضیل ہرگز ثابت نہیں۔

میں نے جو اقوال التبشیر میں نفس نبوۃ میں عدم تفضیل کے ثبوت میں نقل کئے ہیں، آپ ان کے خلاف کسی کا ایک قول بھی پیش نہیں کر سکتے۔ جس میں نفس نبوۃ میں تفضیل ثابت کی گئی ہو۔ اگر کوئی ایسا قول ہے تو پیش کیجئے۔ "فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ صلے" الحمد للّٰہ! ہم نے تو کسی ضعیف قول سے استدلال نہیں کیا۔ مگر آپ ذرا اپنے سلطان المناظرین مولانا منظور احمد صاحب نعمانی کا حال دیکھئے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے علم اقدس کی نفی میں در مختار کے اسی قول ضعیف سے استدلال کیا ہے جو "قیل" کے ساتھ صاحب در مختار نے ذکر کیا ہے اور لفظ "قالوا" کے ساتھ قاضی خان نے نقل کیا۔ نعمانی صاحب کا استدلال "هو الظفر المبين" ص ۱۰۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حیرت ہے کہ آپ کو اپنے سلطان المناظرین پر کوئی اعتراض نہیں۔ جو "قیل" اور "قالوا" کے ساتھ ذکر کئے ہوئے قول ضعیف سے حضور ﷺ کے کمال علمی کے خلاف غلط استدلال کر رہے ہیں اور میں نے جو اتفاقی مسئلہ "قیل" کے ساتھ نقل کیا تو آپ

جائے سے باہر ہو گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار.

مثنوی شریف کے دو شعر

نانوتوی صاحب کی تائید میں مثنوی شریف کے دو شعر پیش کیے جاتے ہیں۔ جن کے بارے میں مختصر کلام اتوشیر میں آ چکا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے عرض ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ذیل دونوں شعر رسول اللہ ﷺ کے فضائل وکمالات کے مضمون سے لبریز ہیں۔ وہ شعر یہ ہیں

بہر ایں خاتم شدہ است او کہ بجود مثل اونے بود و نے خواھند بود
چونکہ در صنعت برد استاد داشت نے تو گوئی؟ ختم صنعت بر تو است

پرستاران تحذیر کو معلوم ہونا چاہیے کہ نانوتوی صاحب آیتِ مبارکہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں وارد ہونے والے لفظ خاتم کے معنی بیان کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہاں خاتم بمعنی آخر، نافہم عوام کا خیال ہے۔ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے۔

بخلاف مولانا روم کے کہ انہوں نے قرآن پاک کی آیت میں لفظ خاتم کے معنی آخر ہونے کا قطعاً انکار نہیں کیا نہ اسے عوام کا خیال قرار دیا بلکہ وہ ان دونوں شعروں میں رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک "الخاتم" کی حکمت بیان فرما رہے ہیں۔

حضور ﷺ کا اسم مبارک "الخاتم" بکثرت احادیث میں وارد ہے۔ خود زبانِ نبوۃ نے فرمایا میرا نام مقفی ہے، عاقب ہے اور خاتم ہے۔ خطیب ابن عساکر اور ابن عدی سب نے یہ حدیث روایت کی۔ دیکھیے ختم النبوۃ فی الآثار مفتی محمد شفیع دیوبندی ص ۴۴ اس کے علاوہ شفا قاضی عیاض ص ۲۳۲ طبع مصر، مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۸۲، الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۷۷۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اسم مبارک "الخاتم" کی حکمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کی کے "اسم الخاتم" کی حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی مثل جود وسخا (بلکہ تمام کمالات) میں نہ کوئی ہوا نہ ہوگا۔ جب کوئی صاحب صنعت اپنے کمالات میں بالادست ہو جائے تو کیا تم اس کے بارے میں یہ نہ کہو گے؟ کہ گویا یہ صنعت تجھ پر ختم ہو گئی۔

ان دونوں شعروں میں حضور ﷺ کے جامع کمالات ہونے کو بطور مجاز ختم سے تعبیر کیا گیا ہے جب کہ قرآن مجید کے لفظ "خاتم النبیین" میں ہر قسم کی تاویل وتخصیص اور مجاز کی نفی اور خاتم کے معنی صرف آخر ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے۔ اس اجماع کو آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے بھی تسلیم کیا۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ ختم نبوۃ ص ۲۱۔ معلوم ہوا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا تعلق حضور ﷺ کے اسم مبارک الخاتم سے ہے۔ آیت کریمہ کے لفظ خاتم سے نہیں اور نانوتوی صاحب کی کتاب تحذیر الناس میں آیہ قرآنیہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" پر کلام کیا گیا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بے خبر نہ تھے کہ قرآن مجید میں لفظ خاتم کے معنی صرف آخر ہیں اور اس میں ہر قسم کی تاویل وتخصیص کی نفی اور مجاز مراد نہ ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے لفظ

خاتم کے مجازی معنی کر کے اجماعِ امت کی خلاف ورزی کریں۔ ثابت ہوا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے شعر حضور ﷺ کے اسم مبارک "الخاتم" سے متعلق ہیں اور شارحینِ مثنوی مثلاً علامہ بحرالعلوم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وہ سارا کلام جو ان دو شعروں کے تحت ہے سب حضور ﷺ کے اسم مبارک "الخاتم" ہی سے تعلق رکھتا ہے قرآن پاک کے لفظ "خاتم" سے ہرگز متعلق نہیں۔ جس میں مجازہ نہ ہونے پر اجماعِ امت منعقد ہو چکا ہے اور یہ بات ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جامع کمالاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہونے میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا، مگر حضور کا یہ وصف مبارک قرآن کے لفظِ خاتم سے نہیں بلکہ بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ جن کی طرف ہم سابقاً اشارہ کر چکے ہیں۔ ان احادیث میں حضور ﷺ کا اسم مبارک "الخاتم" بھی شامل ہے۔ جس کی حکمت بیان کرتے ہوئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کے جامع کمالات ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے لہٰذا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں کو نانوتوی صاحب کی تائید سمجھنا سخت جہالت ہے اور اگر پرستارانِ تحذیر الناس اس جہالت پر مصر ہیں کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں میں آیت کریمہ "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کے لفظ خاتم کی تفسیر ہے تو انہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو شعر بھی پیشِ نظر رکھنے چاہئیں۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است ☆ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آزر است ☆ دِل گزر گاہ جلیل اکبر است

سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖۤ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ الآیۃ

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حج اکبر کی تفسیر "دل بدست آور" سے فرمائی ہے۔ پرستارانِ تحذیر سے بعید نہیں کہ وہ یہاں حج اکبر کا لفظ دیکھ کر ان دو شعروں کو قرآنِ مجید کے حج اکبر کی تفسیر قرار دے دیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ط

نانوتوی صاحب کے عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت:

اب آخر میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ **علی الاطلاق خاتم النبیین** اور **آخر النبیین** ہیں آپ کے بعد کبھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا لیکن نانوتوی صاحب اس کے منکر ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"وسیدانی کہ بعد ارتفاع کلام ربانی ازیں جہانِ فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ ورنہ بشرط بقائے عالم آں وقت اگر نبی دیگری آید مضائقہ نبود" اھ

ملاحظہ فرمائیں "قاسم العلوم" (مکتوبات نانوتوی صاحب) مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل ص ۵۶ مطبوعہ لاہور۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جہانِ فانی سے کلامِ ربانی (قرآن مجید) کے اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدر ہو چکا ہے ورنہ بشرط بقائے عالم اس وقت اگر دوسرا نبی آ جائے تو مضائقہ نہ ہوگا یعنی قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد کچھ عرصہ قیامت نہ آئے اور عالم باقی رہے تو اس

وقت دوسرے نبی کے آنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے حضور ﷺ کے مطلقاً آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے اور قرآن مجید کے اس جہانِ فانی سے اٹھ جانے تک حضور کو خاتم النبیین مانا ہے اور صاف کہا ہے کہ قرآن پاک اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدر ہو چکا ہے ورنہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد قیامت سے پہلے اگر عالم باقی رہے تو دوسرے نبی کے آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر نانوتوی صاحب حضور ﷺ کو علی الاطلاق خاتم النبیین مانتے تو یوں کہتے کہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد اگر عالم باقی رہا تو پھر بھی کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ حضور ﷺ علی الاطلاق خاتم النبیین ہیں۔

اس کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس جہانِ فانی سے قرآن پاک اٹھ جانے کے بعد بھی قیامت سے پہلے عالم باقی رہے گا اور بقائے عالم کی شرط پائی جائے گی۔ جس کے ساتھ نانوتوی صاحب کسی دوسرے نبی کے آنے کو مشروط قرار دے رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے! آپ کے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب بہشتی زیور میں لکھتے ہیں۔

> ”جب سب مسلمان مر جائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری دنیا میں عمل دخل ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اٹھ جائیگی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا اس وقت ملک شام میں بڑی ارزانی ہوگی لوگ اونٹوں پر اور سواریوں پر، پیدل ادھر جھک پڑیں گے اور جورہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی اور سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی اور حکمت اس میں یہ ہے کہ قیامت کے روز سب مخلوق اس ملک میں جمع ہوگی پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی تین چار سال اسی حال سے گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا۔“ انتہیٰ بلفظہٖ (مقبول بہشتی زیور حصہ ہفتم ص ۴۷)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے واضح طور پر لکھا ہے کہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد بھی کئی واقعات رونما ہوں گے اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی تین چار سال اسی حال سے گزریں گے اس کے بعد قیامت آئے گی۔

قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد قیامت سے پہلے کم از کم تین چار سال تک بقائے عالم کی تصریح تھانوی صاحب کے اس کلام میں موجود ہے۔ اب دیکھئے کہ حضور ﷺ کے بعد دوسرے نبی کے آنے کی شرط (بقاءِ عالم) جو نانوتوی صاحب نے لگائی ہے وہ پائی گئی۔

نتیجہ واضح ہے کہ اس تین چار سال کے عرصہ میں اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو نانوتوی صاحب کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں۔ اب کہاں گیا وہ عقیدہ تاخر زمانی اور ختم نبوۃ؟

اُمید ہے کہ اس کے بعد آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی اور آپ تسلیم کر لیں گے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

جو الزام نانوتوی صاحب پر لگایا تھا وہ صحیح اور حق ہے۔ وللّٰہ الحمد!

”اصل محفوظ ہے۔“

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ
شاداب کالونی ملتان
۱۸؍ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ
مطابق ۲۲؍ جولائی ۱۹۸۰ء